حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

جنوری تا اپریل، 2017

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

جنوری تا اپریل، 2017

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

رابعہ وسیم

فدا حسین

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	vii
نکتہ نظر	xi
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-93
I زرعی پیداواری وسائل	1-15
زمین	1
پانی	5
متفرق	14
II زرعی مداخل	15-24
صنعتی طریقہ زراعت	15
بیج	16
کھاد	18
زرعی مشینری	19
زرتلافی	19
زرعی محصول	22
زرعی قرضے	23
III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	25-39
غذائی فصلیں	27
پھل سبزی	30
نقد آور فصلیں	32
اشیاء	37

IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	39-47
مال مویشی	39
ماہی گیری	44
مرغبانی	47
V تجارت	47-62
برآمدات	48
درآمدات	59
VI کارپوریٹ شعبہ	62-63
غذائی کمپنیاں	63
کھاد کمپنیاں	63
VII ماحول	64-71
زمین	64
پانی	66
آلودگی، صحت وتحفظ	68
VIII موسمی تبدیلی	71-75
سبز معیشت	74
IX غربت اور غذائی کمی	75-80
غربت	75
غذائی کمی	78
X قدرتی بحران	80-82
خشک سالی	80
بارشیں، طوفان	80
برفباری	81
سیلاب	81

زلزلہ	82
XI مزاحمت	82-85
زمین	83
پانی	83
ماحول	85
XII بیرونی امداد	85-88
عالمی بینک	86
امریکی امداد	86
آسٹریلین امداد	86
برطانوی امداد	87
XIII پالیسی	88-93
بین الاقوامی معاہدے	88
پیداوار	90
تحقیق وٹیکنالوجی	91
نیولبرل پالیسی	91
ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں	94-105
I زرعی پیداواری وسائل	94
پانی	94
II زرعی مداخل	94
صنعتی طریقہ زراعت	94
بیج	94
III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	95-96
غذائی فصلیں	95
نقد آور فصلیں	95
اشیاء	96

IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	96
ماہی گیری	96
V تجارت	97-99
برآمدات	97
درآمدات	97
VI کارپوریٹ شعبہ	99
بیج کمپنیاں	99
VII ماحول	99-100
زمین	99
VIII موسمی تبدیلی	100-103
کاربن اخراج	101
عالمی حدت	102
سبز معیشت	102
IX غربت اور غذائی کمی	103-104
غربت	103
غذائی کمی	104
X قدرتی بحران	104-105
خشک سالی	104
زلزلہ	105
XI مزاحمت	105
XII پالیسی	105

مخففات

ABRI	Agricultural Biotechnology Research Institute
ACAC	Agricultural Credit Advisory Committee
ADB	Asian Development Bank
AEDB	Alternative Energy Development Board
AFD	French Development Agency
ALP	Agricultural Linkages Program
AMP	Anjuman-e-Muzareen Punjab
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
AWP	Awami Workers Party
BARI	Barani Agricultural Research Institute
BCI	Better Cotton Initiative
BDA	Balochistan Development Authority
BHRO	Baloch Human Rights Organization
BISP	Benazir Income Support Programme
BNP-M	Balochistan National Party Mengal
BoR	Board of Revenue
CCRI	Central Cotton Research Institute
CDA	Capital Development Authority
CDWP	Central Development Working Party
CIPE	Center for International Private Enterprise
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
DAP	Diammonium Phosphate
ECO	Economic Cooperation Organization
EDB	Engineering Development Board
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Board of Revenue
FCCI	Faisalabad Chamber of Commerce and Industry
FIC	Fertilizer Importers Council
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry
FWO	Frontier Works Organization

GCF	Green Climate Fund
GDA	Gwadar Development Authority
GEF	Global Environment Facility
GST	General Sales Tax
HEC	Higher Education Commission of Pakistan
ICI	Imperial Chemical Industries
IEEFA	Institute for Energy Economics and Financial Analysis
IES	Institute Of Soil & Environmental Sciences
IFPRI	International Food Policy Research Institute
IRSA	Indus River System Authority
IST	Institute of Space Technology
JFPR	Japan Fund for Poverty Reduction
KCA	Karachi Cotton Association
KFHA	Karachi Fisheries Harbour Authority
LNG	Liquefied Natural Gas
LoC	Line of Control
LPG	Liquefied Petroleum Gas
MCCI	Multan Chamber of Commerce and Industry
NARA	National Aliens Registration Authority
NBP	National Bank of Pakistan
NCHR	National Commission for Human Rights
NEPRA	National Electric Power Regulatory Authority
NFF	National Fish Workers Forum
NHA	National Highway Authority
NHSRC	National Health Services, Regulations and Coordination
NSER	National Socio - Economic Registry
OPM	Oxford Policy Management
PAMA	Pakistan Automotive Manufacturers Association
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PBCMA	Pakistan Biscuit and Confectionery Manufacturers Association
PBS	Pakistan Bureau of Statistics
PCCC	Pakistan Central Cotton Committee

PCGA	Pakistan Cotton Ginner's Association
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PCSIR	Pakistan Council of Scientific and Industrial Research
PDA	Pakistan Dairy Association
PEEP	Punjab Enabling Environment Project
PEFSA	Pakistan Emergency Food Security Alliance
PFA	Punjab Food Authority
PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PFVA	Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PHDEC	Pakistan Horticulture Development and Export Company
PIC	Permanent Indus Commission
PKI	Pakistan Kissan Ittehad
PLDDB	Punjab Livestock & Dairy Development Board
PMAS-AAUR	Pir Mehr Ali Shah Arid Agriculture, University Rawalpinid
PMD	Pakistan Meteorological Department
PMSA	Pakistan Maritime Security Agency
PPIB	Private Power Infrastructure Board
PSDF	Punjab Skills Development Fund
PSMA	Pakistan Sugar Mills Association
PTA	Pakistan Tea Association
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
RRF	Roundup Ready Flex
SAA	Sindh Abadgar Association
SAB	Sugar Advisory Board
SAGP	Sindh Agricultural Growth Project
SAU	Sindh Agriculture University, Tandojam
SBI	Sindh Board of Investment
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SDGs	Sustainable Development Goals
SDPI	Sustainable Development Policy Institute
SECMC	Sindh Engro Coal Mining Company
SEDF	Sindh Enterprise Development Fund
SEZs	Special Economic Zones

SGA	Sindh Growers Association
SGA	Sindh Growers Alliance
SIDA	Sindh Irrigation and Drainage Authority
SIMA	Southern India Mills Association
SLMP	Sustainable Land Management Programme
SPC	Sindh Progressive Committee
STOFA	Sindh Trawlers Owners and Fishermen Association
SWMB	Solid Waste Management Board
TCP	Trading Corporation of Pakistan
TDAP	Trade Development Authority of Pakistan
TEVTA	Technical Education and Vocational Training Authority
UAE	United Arab Emirates
UAF	University of Agriculture, Faisalabad
UNDP	United Nations Development Programme
UNESCO	United Nations Educational, Scientific and Cultural Organization
UNIDO	United Nations Industrial Development Organization
USAID	United States Agency for International Development
USC	Utility Stores Corporation
UVAS	University of Veterinary and Animal Sciences
WASA	Water and Sanitation Agency
WEF	World Economic Forum
WMO	World Meteorological Organization
WTO	World Trade Organization
WWF-P	World Wide Fund for Nature-Pakistan
ZTBL	Zarai Taraqiati Bank Limited

نکتہ نظر

2017 کے پہلے چار ماہ خبروں کے تناظر میں پاکستانی کسان وعوام کے لیے خوش آئند تصور نہیں کیے جاسکتے۔ پاکستان کی معاشی، سیاسی وسماجی ترقیاتی منصوبہ بندی میں نیم جاگیرداری و نیم سرمایہ داری نظام عود کر نظر آتا ہے۔ ایک طرف جاگیرداری نظام اپنے فوائد کے لیے سرگرم ہے اور دوسری طرف ابھرتا ہوا سرمایہ داری نظام ملکی وسائل، پیداواری عمل اور منڈی پر قبضے کے لیے راہ ہموار کررہا ہے۔ اس کشمکش میں سرمایہ داری نظام کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔ عالمگیریت یا نیولبرل پالیسی سازی کی بنیاد پر زرعی شعبہ میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں لائی جارہی ہیں جو جاگیرداری نظام کو تو شاید بہت دیر میں کمزور کریں لیکن یہ نیولبرل پالیسیاں چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے پیداواری وسائل پر قابض ہوتی نظر آرہی ہیں۔ اس حوالے سے زراعت اور اس کے ذیلی شعبوں میں متعدد خبریں موجود ہیں۔

سرمایہ داری پالیسی کے حوالے سے اہم خبر انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (IFPRI) کے حوالے سے ہے۔ IFPRI (افپری) کی پاکستانی زراعت پر شائع کردہ رپورٹ کے مطابق پاکستانی زراعت میں سبز انقلاب سے جڑے فوائد غائب ہوچکے ہیں اور ان کی جگہ اب نئی زیادہ پیداوار کی حامل ٹیکنالوجی اور طریقے متعارف کرانے کی کوششوں کو کئی گنا بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اسی حوالے سے ایک اور خبر کے مطابق افپری کا نقطہ نظر ہے کہ پاکستانی زراعت میں قوت مدافعت پیدا کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری اور سرکاری پالیسی میں واضح اصلاحات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ بیج کے شعبہ میں مناسب قوائد و ضوابط اور پرکشش مراعات کے ذریعہ نجی سرمایہ کاروں کی دلچسپی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

زراعت میں سرمایہ داری کو فروغ دینے کے لیے کئی سفارشات پیش کی جارہی ہیں۔ مثلاً ایوان صنعت وتجارت فیصل آباد کے مطابق زرعی اشیاء کی قدر میں اضافے (یعنی ویلیو ایڈیشن) کے فروغ اور منافع بخش زراعت کے حصول کے لیے چھوٹے کسانوں کو قرض فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب نیسلے کے ساتھ تحقیقی شراکت داری کے لیے اقدامات کررہا ہے جن کے ذریعہ کاشتکار بہتر طریقوں کو اپناتے ہوئے زیادہ پیداوار حاصل کرسکیں گے۔

زرعی پالیسی میں اس وقت برآمدات میں اضافے پر توجہ مرکوز ہے۔ مثلاً زیتون کی کاشت پر زور دیا جارہا ہے۔ دیگر پھلوں جن میں آم اور کینو شامل ہیں، کی پیداوار میں اضافے اور ویلیو ایڈیشن کے لیے بھی کئی تدابیر اور منصوبے پیش کیے جارہے ہیں جن میں سے کئی منصوبوں میں یو ایس ایڈ کا کلیدی کردار واضح نظر آرہا ہے۔ مثلاً حکومت پنجاب زیتون کی کاشت کے فروغ کے لیے یو ایس ایڈ کے پنجاب اینبلنگ انوائرنمنٹ پروجیکٹ کی مدد سے سرکاری اور نجی شعبہ کی شراکت سے صوبے میں زیتون کے کاروبار کے لیے ماحول سازگار بنانے میں پیش پیش ہے۔

اسی حوالے سے ایک اور خبر بھی اہمیت کی حامل ہے کہ امریکی حکومت نے حال ہی میں اپنی تین ریاستوں میں درآمد شدہ آم کو مختلف بیماریوں اور جراثیم سے پاک کرنے کے لیے شعاع ریزی مراکز قائم کیے ہیں۔ محکمہ زراعت پنجاب کی پریس ریلیز کے مطابق ان مراکز کے قیام سے امریکہ کو آم کی برآمد جواب تک سالانہ 100 ٹن تھی، میں اضافے کی امید ہے۔ دوسری طرف پھل اور سبزیاں درآمد اور برآمد کرنے والا ادارہ پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوسی ایشن فضائی اور زمینی راستوں سے کینو کی ایران برآمد کو فروغ دینے پر زور دے رہا ہے۔

اس کے علاوہ ملکی سطح پر مال مویشی شعبے میں بھی سرمایہ داری منصوبوں کا زور نظر آرہا ہے۔ شترمرغ بانی کے لیے نجی شعبہ کو مراعات دی جارہی ہیں۔ شاید ان خبروں کی تہہ تک پہنچنے کے لیے یو ایس ایڈ کے مال مویشی شعبہ کی ترقی کے لیے جاری منصوبوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ مثلاً یو ایس ایڈ کے ایگری بزنس پروجیکٹ کے تحت 2012 میں پیش کی گئی ایک رپورٹ ''میٹ ویلیو چین اسسمنٹ آف لائیو اسٹاک سیکٹر ان پاکستان'' (Meat Value Chain Assessment of the Livestock Sector in Pakistan) میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ بڑی بین الاقوامی کمپنیاں پاکستان میں گوشت کی (value chain) منڈی میں داخل ہونے کی خواہش مند ہیں۔ اس کام کے لیے یونیورسٹی آف ویٹری اینڈ اینیمل سائنسز نے نجی شعبہ کے تحت ایک تحقیق کروائی جس کی رپورٹ پاکستان کی ایک بہت بڑی بین الاقوامی خوراک کی کمپنی کو فراہم کی گئی۔ اس رپورٹ میں مال مویشی شعبہ سے منسلک دیگر منڈیوں کو بڑی باریک بینی سے پرکھا گیا ہے۔ ناصرف گوشت کی مقامی منڈی کو بین الاقوامی کمپنیوں کے سپرد کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے بلکہ ملک سے گوشت کی برآمد کے

لیے بھی مال مویشی شعبہ کو فروغ دیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ دودھ کا شعبہ اور جانوروں کی خوراک کا شعبہ بھی ایسی ہی پالیسیوں کی زد میں ہے۔ اس رپورٹ کے تناظر میں اب اگر مال مویشی شعبے سے جڑی خبروں کا احاطہ کریں تو حکومتی پالیسی سازی کے مقاصد بالکل عیاں ہو جاتے ہیں مثلاً لاہور میں یونیورسٹی آف ویٹنری اینڈ اینیمل سائنسز نے شتر مرغ بانی کرنے والے 49 افراد میں 6.16 ملین روپے زرتلافی کے چیک تقسیم کیے ہیں۔ منصوبے کے تحت پنجاب کے 18 اضلاع میں 61 فارموں میں 3,000 شتر مرغ کا اندراج کیا جاچکا ہے۔ یہ خیال کیا جارہا ہے کہ کم چربی اور زیادہ لحمیات والے گوشت کو بھی فروغ دیا جائے گا جس سے فی شتر مرغ سالانہ 35,000 سے 40,000 روپے آمدنی باآسانی حاصل کی جاسکے گی۔ ایک طرف شتر مرغ کے گوشت کو فروغ دینے کے لیے نجی شعبہ کو سہولیات دی جارہی ہیں تو دوسری طرف خود کار مشینوں کے ذریعہ معیاری دودھ کی ترسیل پر بھی زور دیا جارہا ہے۔ یہ خبریں بھی عام ہیں کہ روایتی سبز چارے کی جگہ خمیری چارے (سائلج) کی پیداوار کے لیے پنجاب لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ سرتوڑ کوششیں کررہا ہے۔ سائلج کے فروغ اور منڈی میں اس کی فروخت میں اضافہ کے لیے نجی شعبہ مثلاً اینگرو فوڈز جیسی زرعی کمپنیوں کے ساتھ معاہدے کیے جارہے ہیں۔ اسی طرح دیو ہیکل کیمیائی کمپنی آئی سی آئی کے ساتھ مویشیوں کے ''معیاری تولیدی مادے'' کی پیداوار کے لیے شراکت داری سامنے آرہی ہے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن اور یونیورسٹی آف ویٹنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور کے اشتراک سے لائیو اسٹاک ٹیکنالوجی پارک بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو کہ تحقیقی اداروں، صنعت اور کسانوں کو آپس میں ملائے گا۔

زراعت کے حوالے سے ایک اور اہم ترین شعبہ زرعی آبی نظام کا ہے۔ اس حوالے سے بھی کئی خبریں حاصل ہوئی ہیں۔ اس ملک میں سرمایہ داری نظام کے غلبے کے باوجود جاگیرداری نظام کی مضبوطی اس خبر سے عیاں ہے کہ حکومت پنجاب پانی کی روانی کو مستقل برقرار رکھنے اور اس کے بہاؤ کی پیمائش کے لیے مختلف آبی ذخائر پر جدید آلات نصب کرنے کے لیے تگ و دو کررہی ہے، لیکن کسانوں کا کہنا ہے کہ دراصل مسئلہ بااثر زمینداروں کا پانی چوری کرنا ہے اور یہ معلومات محکمہ آبپاشی کے پاس موجود ہیں لیکن ادارے کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ یہ بھی ایک عجب مذاق ہے کہ بڑے بڑے زمینداروں کی جانب سے زرعی پانی جیسے کم ہوتے قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال اور سینہ زوری پر کوئی روک ٹوک نہیں لیکن دوسری

طرف آبیانے کی شرح میں اضافے پر سوچ بچار ہو رہی ہے۔ نیو لیبرل پالیسیوں کو نافذ کرنے والے صف اول کے ادارے یعنی عالمی بینک اور عالمی مالیاتی فنڈ کا شاید دباؤ ہے کہ آبیانہ 135 روپے سے بڑھا کر 1,200 سے 1,800 روپے تک کردیا جائے۔ اگر یہ خبریں صحیح ہیں تو آبیانہ کی شرح 800 سے 1,200 فیصد بڑھا دی جائے گی۔ عالمگیریت کے فروغ کے لیے یہ اقدام پاکستانی کسان وعوام پر شدید ضرب ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ آبیانہ چھوٹے کسانوں سے ہی زبردستی وصول کیا جائے گا۔ جاگیرداری نظام بڑے بڑے زمینداروں تک قانون کے ہاتھ کہاں پہنچنے دیتا ہے! ظلم واستحصال تو اس پاک سرزمین پر دن رات خون پسینہ بہانے والے چھوٹے پیداواری گروہوں اور بے کس عوام پر ہی کیا جاتا ہے۔

ایک اور نکتہ ہے کہ سرمایہ داری نظام کو پنجاب میں بہت تیزی سے فروغ دیا جارہا ہے۔ حکومت پنجاب واضح طور پر آزاد تجارت یا نیو لبرل پالیسیوں کو بڑھ چڑھ کر زرعی شعبہ میں نافذ کرتی نظر آرہی ہے۔ کہیں مال مویشی شعبہ میں تو کہیں بیج کے شعبہ میں اور کہیں کسانوں کے لیے مربوط سہولت مراکز یعنی ایک ہی مقام سے تمام تر معلومات اور سہولیات فراہم کیے جانے کے لیے تیزی سے عملی اقدامات کیے جارہے ہیں۔

ملک میں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کی رسہ کشی صوبوں میں ترقیاتی پروگراموں پر عمل درآمد میں جلدی یا تاخیر سے واضح ہوتی ہے۔ جہاں جہاں جاگیرداری مضبوط ہے وہاں سرمایہ داری کے بڑھتے قدموں کو بار بار روکا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پنجاب نیولبرل سرمایہ داری کو فروغ دینے میں سب سے آگے ہے خاص کر زرعی شعبہ میں۔ اس حوالے سے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ وہ سارے منصوبے جو دیگر صوبوں کے لیے ترتیب دیے جارہے ہیں کسی نا کسی ''مصیبت'' کا شکار ہیں۔ مثلاً روہڑی، سندھ میں بھیڑوں کی افزائش اور تحقیق کے لیے فارم کی تعمیر کے لیے مختص کی گئی 93 ایکڑ زمین سے 30 ایکڑ زمین محکمہ ریونیو نے بے نظیر بھٹو ٹاؤن کو دے دی ہے۔ اس کے علاوہ بھیڑوں کی افزائش کے لیے منظور کردہ 53 ملین روپے میں سے 46.5 ملین روپے خرچ کیے جاچکے ہیں لیکن منصوبہ ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔

مزید یہ کہ نہروں کے آخری سرے کے کسانوں کو پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے کاشت کاری میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ دوسری طرف وزیر خوراک سندھ کے مطابق سندھ کے حصے کے پانی کی چوری میں واپڈا ملوث ہے۔ نہر سے ٹیوب ویلوں کے ذریعہ براہ راست پانی چوری کرنے کی بھی نشاندہی کی

گئی ہے۔ ایسی ہی کچھ خبریں پنجاب سے بھی ہیں۔ مثلاً پنجاب میں کچھی کنال کا منصوبہ تاخیر اور بدعنوانی کا شکار ہے۔ یہ منصوبہ 2003 میں مشرف حکومت نے بلوچستان میں 713,000 ایکڑ زمین کو سیراب کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔ اس کے علاوہ پنجاب میں تربیلا ڈیم پر توسیعی منصوبے کو جلد مکمل کرنے کے لیے ٹھیکیدار کو 50 ملین ڈالر اضافی رقم دینے کے وعدے کے تحت کام شروع ہونے سے پہلے ہی 25 ملین ڈالر کی رقم ادا کر دی گئی لیکن مقررہ وقت پر کام مکمل نہ ہوسکا۔ اب ٹھیکیدار سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کورٹ کچہری کی نظر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

اگر ایک طرف حکومتی اداروں کی نااہلی کی داستان ہے تو دوسری طرف زراعت سے جڑے صنعتی شعبہ کی لوٹ کھسوٹ بھی واضح ہے۔ ایک طرف پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ جب تک ملک میں کپاس کا ذخیرہ موجود ہے مزید کپاس درآمد نہ کی جائے اور زرعی مداخل پر جنرل سیلز ٹیکس اور دیگر محصولات ختم کیے جائیں۔ دوسری طرف خام کپاس درآمد کرنے والی صنعتیں اس کی درآمد پر محصولات عائد کرنے پر غور وفکر کی خبروں پر اپنی تشویش کا اظہار کررہی ہیں۔ ان کے خیال سے حکومت کپاس کی تجارت کے تحفظ کے لیے اس کے معیار اور مقدار سے متعلق پابندیوں کے بغیر آزادانہ طور پر درآمد اور برآمد کی پالیسی کو جاری رکھے۔ کچھ اسی طرح کے مطالبات پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن اور پھل اور سبزی کے برآمد کنندگان کی طرف سے بھی کیے جارہے ہیں۔

چاول کے برآمد کنندگان پر تو حکومت خود ہی مہربان نظر آرہی ہے اور وزیر تجارت خرم دستگیر کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت ایسے چاول برآمد کنندگان کو 50 فیصد زرتلافی دینے کا ارادہ رکھتی ہے جو مخصوص نام یا برانڈ کے تحت چاول برآمد کرتے ہیں۔ اسی حوالے سے چاول کے برآمد کنندگان کے ادارے ریپ کا مطالبہ ہے کہ چاول کی برآمد کو صنعت کا درجہ دیا جائے۔ چینی برآمد کنندگان بھی اپنی منڈی بڑھانے کے لیے تجاویز پیش کررہے ہیں۔ چینی کی صنعت کاشتکاروں کو گنے کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنانے اور پرکشش قیمت پر بین الاقوامی منڈی میں چینی کے اضافی ذخیرے کو برآمد کرنے کے لیے حکومت سے 0.5 ملین ٹن چینی بغیر کسی زرتلافی کے برآمد کرنے کی درخواست کی ہے۔ اسی تسلسل میں یہ خبر بھی ہے کہ اقتصادی رابطہ کمیٹی نے ان شوگر ملوں کو جنہوں نے کسانوں کو گنے کی ادائیگی کردی ہے چینی برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

زراعت سے جڑی صنعتوں کے منافع پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ حقیقت عیاں ہے کہ صنعتی شعبہ زرعی پیداوار کے بلبوتے بے تحاشہ منافع کمانے میں کامیاب ہے۔ اینگرو کارپوریشن کی جاری کردہ پریس ریلیز 2016 میں 69.1 بلین روپے منافع کا اعتراف کررہی ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 400 فیصد زیادہ ہے جبکہ اینگرو فوڈز نے گو کہ 2015 کے مقابلہ کم منافع کمایا لیکن پھر بھی 2016 میں 2.4 بلین روپے کا خالص منافع حاصل کیا۔ اس طرح فوجی فرٹیلائزر نے 2016 میں 11.78 بلین روپے منافع کمایا۔ خطرے کی ایک اور گھنٹی ہے کہ بڑی بڑی کمپنیوں کا بھی آپس میں ملاپ ہورہا ہے۔ جن میں چیم چائنہ کا سنجنٹا خریدنا اور بائر کا مونسانٹو خریدنا شامل ہے۔

اوپر بیان کردہ خبروں سے واضح ہے کہ پاکستان کے چھوٹے کسان کس حد تک حکومتی عدم دلچسپی اور سنگین رویوں کا شکار ہیں۔ ہر وہ شعبہ جو کہ کسان و مزدور کی محنت کے بلبوتے اربوں روپے منافع کمارہا ہے اپنے لیے بڑھ چڑھ کر مراعات اور سہولتوں کی تکرار کررہا ہے۔ اگر کوئی طبقہ خاموش ہے، بے بس ہے، منفی پالیسی سازی کا شکار ہے تو وہ مزدور کسان ہے! کسان مزدور طبقہ کی بدحالی کئی حوالوں سے سامنے آرہی ہے۔ موسمی بحران کے نتیجے میں بگڑتی ہوئی صورتحال سے سب سے زیادہ دیہی آبادی متاثر ہوتی ہے۔ کہیں کچے گھروں کے گرنے کی خبریں ہیں تو کہیں مون سون سے آنے والے سیلابوں سے لوگوں کی ہلاکت اور ہزاروں گھر اور دیہات کی تباہی کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

موسمی آفات کے علاوہ طبقاتی سیاست کا نشانہ بھی کسان مزدور طبقہ ہی ہے۔ ایک طرف تھر میں دیہی آبادیوں کی سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی کی جانب سے ڈیم کی تعمیر اور زمینی قبضے کے خلاف مسلسل مزاحمت جاری ہے۔ تھر کے باسی اس کمپنی کے علاوہ محکمہ ریونیو پر بھی زمینی قبضے میں ملوث ہونے کا الزام عائد کررہے ہیں۔ دیہی متنازعہ زمینوں پر نجی کمپنی نے آبی ذخائر تعمیر کرنے کے لیے پانی چھوڑ دیا ہے جس پر کسان احتجاج کرکے بھی بے بس ہیں۔ ان کے خیال سے نزدیک ہی کوئلے کی کان سے آنے والے زہریلے پانی سے قابل کاشت زمین برباد ہوجائے گی۔ دوسری طرف بااثر جاگیردار اور سیاست دانوں پر جنگلات کی زمین پر قابض ہونے کے علاوہ کھلے عام درختوں کی کٹائی میں ملوث ہونے کی بھی اطلاعات دی جارہی ہیں۔ محکمہ موسمیات (پاکستان میٹرولوجیکل ڈیپارٹمنٹ) کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر غلام رسول جو اقوام متحدہ کے عالمی

ادارہ برائے موسمیات، ایشیاء پیسفک کے نائب صدر بھی مقرر ہیں، کے مطابق پاکستان میں موسمی بحران کے اثرات مزید بڑھنے کے امکانات ہیں۔ ملک میں موسم سرما کا دورانیہ کم ہوتے ہوئے گرمی کی شدت میں اضافے سے کئی سنگین اثرات مرتب ہوں گے جن میں پانی کی دستیابی اور طلب پر پڑنے والے اثرات بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر غلام رسول کے مطابق نئے ڈیموں کی تعمیر اور جنگلات میں اضافہ موسمی بحران سے نمٹنے کے دو اہم طریقے ہیں جن پر فوری عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔ افسوس کہ عملی قدم تجاویز اور تدبیروں سے بالکل الٹ راہ پر گامزن ہیں۔ حالات کی سنگینی کا مزید اندازہ زراعت کے لیے پانی کی کمی سے لگایا جاسکتا ہے۔ سندھ میں کئی مقامات پر پانی موجود ہی نہیں ہے۔ خبروں کے مطابق دو اہم ترین آبی ذخائر منگلا اور تربیلہ ڈیموں میں پانی کی سطح پچھلے دس سالوں کی کم ترین سطح پر آ گئی جس کی وجہ سے خریف کی فصلیں متاثر ہونے کے خدشے کا اظہار کیا گیا۔ آبپاشی کے حوالے سے منصوبوں میں تاخیر اور غیر معیاری کام کی کئی خبریں موجود ہیں۔ ڈیموں کے مکمل ہونے میں تاخیر کی بھی خبریں ہیں۔ نیلم جہلم پن بجلی ڈیم ابھی تک تعمیر نہ ہوسکا ہے جبکہ 2007 سے بجلی کے بلوں کے ذریعہ محصول کی وصولی مزید جون، 2018 تک بڑھا دی گئی ہے۔ یہ محصول 2007 میں منصوبے کی نصف لاگت 150 بلین روپے حاصل کرنے کے لیے آٹھ سال کے لیے لاگو کیا گیا تھا۔ گوادر میں انکارہ ڈیم خشک ہوچکا ہے اور سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے والا کارخانہ بھی ناکارہ ہوچکا ہے۔ ان حالات میں بھی عالمی بینک نے خیبر پختونخوا حکومت کو تین ڈیموں کی تعمیر کے لیے مزید قرض دینے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ پانی کی شدید کمی سے دوچار کسانوں کو انڈس ریور سسٹم اتھارٹی دلاسہ دے رہی ہے کہ درجہ حرارت بڑھنے سے پہاڑوں پر برف جلدی پگھلے گی جس سے دریاؤں میں پانی کے بہاؤ میں بہتری آئے گی۔ یہ کیسے پالیسی ساز ادارے ہیں جو طویل مدتی لائحہ عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے ممکنہ آفات کو تدابیر کے طور پر پیش کرتے ہیں؟

کسانوں کی بھوک و افلاس کی خبروں سے گمان ہوتا ہے کہ شاید پاک وطن جلد ہی قحط زدہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوجائے گا۔ بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کے ایک مشترکہ پلیٹ فارم پاکستان ایمرجنسی فوڈ سیکورٹی الائنس کے مطابق صرف سندھ میں پانچ سال سے کم عمر 57 فیصد بچے نشو و نما میں کمی کا شکار ہیں۔ وفاقی وزارت صحت کے شعبہ غذائیت کے ڈائریکٹر کے مطابق سندھ غذائی کمی سے نمٹنے کے لیے سب سے

زیادہ رقم خرچ کررہا ہے لیکن اب تک صوبے میں کوئی خاص بہتری دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے علاوہ قومی غذائی سروے 2011 کے مطابق پاکستان میں آدھی سے زائد عورتیں اور بچے غذائی کمی کا شکار ہیں۔ ان حالات میں غیر ملکی امدادی ادارے غذائیت کے شعبے میں بھرپور مالی امداد دینے کے لیے بے چین نظر آرہے ہیں۔غربت سے نمٹنے کے لیے برطانوی حکومت کی طرف سے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جنوبی ایشیاء کا سب سے بڑا امدادی پروگرام ہے۔ اسی طرح آسٹریلیا نے اقوام متحدہ کے عالمی غذائی پروگرام کے تعاون سے پاکستان میں بھوک اور غذائی کمی کے خاتمے اور غذائی تحفظ کے حصول کی خاطر خوراک میں اضافی غذائیت (فورٹیفکشن) شامل کرنے کے لیے ایک ملین ڈالر کی اضافی امداد کا اعلان کیا ہے۔ دراصل غذائیت پر زور کے پیچھے مائیکرو نیوٹرینٹس یعنی تیار خوراک میں غذئیت کی شمولیت ایک نئی نہایت منافع بخش منڈی ہے جس کے لیے نئی امدادی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔

اہم سوال یہ ہے کہ غذائی اجناس میں اضافی غذائیت کی ضرورت کیوں کر پڑی؟ قدرت کے نظام نے غذا زمین میں دے رکھی ہے۔ دراصل اس مسئلہ کو کوئی اٹھانے کے لیے تیار نہیں کہ سبز انقلاب کے تحت استعمال کردہ کیمیائی کھاد اور دیگر زہریلے مواد نے زمین کی زرخیزی برباد کردی ہے۔ اس کے علاوہ سبز انقلاب اور دیگر نئی ٹیکنالوجی پر مرتب کردہ نئے بیج کی جڑیں زمین کی اوپری سطح تک ہی رہتی ہیں اور زمین کے اندر جہاں پر انتہائی اہم غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں وہاں تک پہنچ ہی نہیں پاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ خوراک آج اس قدر جدید ٹیکنالوجی کے مرہون منت ہے جو پیٹ تو بھر دیتی ہے لیکن صحت کے لیے ضروری غذائیت سے عاری ہے۔ مزید یہ کہ محققین کا کہنا ہے کہ کھاد کے زیادہ استعمال سے نا صرف خوراک متاثر ہورہی ہے بلکہ عالمی حدت میں بھی اضافے کا باعث ہے۔

اگر ان خبروں کے پیش نظر تجزیہ کیا جائے تو یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ دراصل زراعت کے شعبہ میں ان تمام ملکی و غیر ملکی ترقیاتی منصوبوں اور امدادی سرگرمیوں سے چھوٹے پیداواری گروہوں خاص کر کے چھوٹے کسانوں اور مزدوروں کی بھوک و افلاس سے نجات ہرگز ممکن نہیں۔ یہ ساری سوچ بچار اشرافیہ طبقہ کے لیے پیداواری صلاحیت کو بڑھانے، زرعی اور غذائی منڈی پر قبضے اور بے حساب منافع کمانے کے لیے ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال شتر مرغ کے گوشت کی منڈی کو پروان چڑھانے کی ہے۔ کیا ایسے ملک میں جہاں آبادی کی

آدھی عورتیں اور بچے غذائی کمی کا شکار ہیں وہاں 6.16 ملین روپے صرف 49 افراد میں تقسیم کیا جانا صحیح ہے؟ کیا یہ گوشت مزدور اور کسان، خاص کر مفلس عورتوں اور بچوں کو نصیب ہوگا؟ ایسے ملک میں جہاں شاید عوام صرف عید الاضحیٰ کے موقع پر پیٹ بھر گوشت کھاتی ہے وہاں کم چربی والے گوشت کا حصول طبقہ اشرافیہ یا پھر بہتر آمدنی والے شہری طبقات کی ضرورت ہے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اشرافیہ کے نخروں میں سے ایک اور نخرہ ہے۔ مزدور کو تو چربی والا گوشت ہی نصیب نہیں بغیر چربی کی کیا بحث!

مزید ظلم یہ کہ ڈیڑھ سال کی رعایتی مدت کے بعد کھلے کھانوں کی فروخت پر نئے قوانین کے مطابق پابندی ہوگی۔ یہ بھی کھلے عام اعتراف کیا جارہا ہے کہ کھلے اور ٹھیلوں پر فروخت کیے جانے والے کھانوں پر پابندی سے غذا کی صنعت کو فروغ ملے گا مگر لاکھوں کی تعداد میں خوانچہ فروشوں کا کیا ہوگا؟ روزگار بھی اس کا چھین لیا گیا اور ساتھ ساتھ جو کم از کم سستی خوراک جو مزدور حاصل کر پاتا تھا وہ بھی اس کی دسترس سے باہر کردی جائیں گی۔ یہ خیال رہے کہ یہ صنعتیں ہی ہیں جو آلودہ پانی صاف کہہ کر منڈی میں فروخت کررہی ہیں۔ کیمیائی دودھ جیسی شئے جو چائے کو سفید کرتی ہے، کو دودھ کے نام پر بیچی ہیں۔ صنعتی ماہی گیری کے تحت اس قدر تباہ کن جالوں سے ماہی گیری کی گئی ہے کہ مچھلی سمندروں سے غائب ہوتی جارہی ہے۔ لیکن ان تمام مظالم کے بعد مزدوروں کو جن کے پاس بحرحال اب بھی ایک روزگار ہے انہیں مزید بے روزگاری کے جہنم میں دھکیلا جارہا ہے۔

یہ سب کچھ اس لیے ممکن ہورہا ہے کہ سرمایہ داری آہستہ آہستہ تمام پیداواری وسائل چاہے وہ پانی ہو، زرعی زمین ہو، یہاں تک کے جانوروں کا فضلہ ہو یا پھر گھاس کے پتوں پر مبنی دیگر قدرتی اثاثے ہوں، سب کو منافع کمانے والی شئے کا ''لیبل'' چسپاں کرکے اس پر قابض ہوکر منہ مانگے دام بیچنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں پاکستانی زرعی تحقیقی ادارے غیر ملکی امداد کے سہارے نباتاتی علوم اور قدرتی وسائل پر کئی تحقیقاتی منصوبے شروع کررہے ہیں اور کہیں اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی ادارے سرکاری اداروں کی مدد سے قابل تجدید توانائی کی پیداوار زرعی فضلہ (بائیو ماس) کی مدد سے کرنے کی ترکیبیں کررہے ہیں۔ یہ خیال رہے کہ جس کو ''فضلہ'' کہا جارہا ہے وہ دراصل دیہی معاشی اور معاشرتی زندگی کا اہم ترین جز ہے۔ دیہی گھرانوں میں عورتیں مال مویشی کے گوبر سے گھر کا چولہا جلاتی ہیں، صحن اور دیواروں کا لیپ کرتی ہیں۔ اسی طرح کے کئی دیگر روز مرہ

کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ اب ان قدرتی وسائل پر بھی سرمایہ داری نظام نے نظریں گاڑ دی ہیں۔ سبز معیشت کے نئے دیو ہیکل ڈھانچہ کے تحت اب رکازی ایندھن کی جگہ قابل تجدید ایندھن کے علاوہ کئی نئی تدبیروں اور تکنیکوں کو زرعی شعبہ میں موسمی بحران سے نمٹنے کے نام پر متعارف کیا جارہا ہے۔ کہیں ٹنل فارمنگ متعارف کروائی جارہی ہے، کہیں ہائیڈروپونک طریقے سے صنعتی طریقہ زراعت کو خاموشی سے لاگو کرتے ہوئے کسان و مزدور کو فارغ کرنے کی پالیسیاں مسلط کی جارہی ہے۔ یہ سارے طریقے زیادہ پیداوار کا بڑھ چڑھ کر وعدہ کررہے ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا لازمی ہے کہ ان ٹیکنالوجیوں کے لیے بہت سرمایہ چاہیے۔ اس کے لیے درکار بیج، آلات اور مہارت کا حصول غیرملکی زرعی اور جینیاتی انجینئرنگ کمپنیوں سے ہی بہت بھاری رقم کے عوض ممکن ہے۔ آئی ایم ایف اور عالمی بینک جیسے ادارے سود پر مبنی قرض فراہم کرنے میں پیش پیش ہیں۔ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں پر مبنی اشرافیہ نا صرف ان اشیاء کے لیے قرض دینے پر خوشی سے راضی ہوجاتی ہے بلکہ ٹیکنالوجی پر لاگو کردہ ذہنی ملکیت پر منہ مانگی رائلٹی بھی ادا کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قرض و سود کی ادائیگی عوام کا پیٹ کاٹ کر کی جاتی ہے۔ یہی وہ منصوبے ہیں جن کے لیے ڈبلیو ٹی او اور دیگر آزاد تجارت کے معاہدے تیسری دنیا کے مما لک سے کیے گئے ہیں اور جس کے خلاف افریقی مما لک سراپا احتجاج ہیں۔

انہی غیرملکی کمپنیوں کی حکمت عملی ہے کہ پاکستان کا 2016 میں خوراک کے شعبہ میں تجارتی خسارہ تین گنا بڑھ کر 1.4 بلین ڈالر ہوگیا ہے جو 2015 میں 470 ملین ڈالر تھا۔ یہ واضح ہے کہ اس صورتحال میں صرف تاجر ہی منافع کمارہے ہیں اور کسانوں اور مزدوروں کی خستہ حالی تو پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔ انہی کمپنیوں کے قدم مزید جمانے کے لیے یہ پالیسیاں بھی اپنائی جارہی ہیں۔ کہیں کہیں کسان و مزدور گروہ منظّم ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ وہ امید کی کرن ہے جو اس ظالم نیم جاگیرداری نیم سرمایہ داری نظام سے چھٹکارا دلانے کی وجہ بن پائے گی۔

الف۔ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

- چین پاکستان اقتصادی راہداری

10 فروری: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے مواصلات کے چیئرمین سینٹر داؤد خان اچکزئی نے انکشاف کیا ہے کہ وزیراعظم کی ہدایت پر 2015 میں چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کے مغربی راستے کی تعمیر کے لیے زمین کے حصول کے لیے قائم کی گئی اعلی سطحی کمیٹی کا ڈیڑھ سال گزرجانے کے باوجود اب تک ایک بھی اجلاس نہیں ہوا۔سینٹر نے مزید کہا کہ ''نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) اورحکومت مغربی راستے سے تجارتی قافلہ تک گذار چکی ہے لیکن زمینی حقائق یکسر مختلف ہیں۔ جب بھی مغربی راستے کا مسئلہ اٹھایا جاتا ہے تو حکومت کی جانب سے سرمائے کی کمی جیسے کمزور بہانے پیش کردیے جاتے ہیں''۔ (بزنس ریکارڈر، 11 فروری، صفحہ 8)

23 مارچ: ایک مضمون کے مطابق منصوبہ بندی کمیشن نے ایک اخباری اشاعت کی تردید کی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ کمیشن نے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے منصوبہ بندی و ترقی کے سامنے اعتراف کیا ہے کہ CPEC (سی پیک) کے تحت قائم ہونیوالے خصوصی تجارتی علاقوں (SEZs) میں صرف چینی سرمایہ کاروں کو سرمایہ کاری کی اجازت دی جائیگی، جبکہ کمیٹی کے سربراہ طاہر مشہدی کا کہنا ہے خبر کے عین مطابق حکومتی وفد نے کمیٹی کے سامنے یہ اعتراف کیا ہے۔مضمون نگار کا کہنا ہے کہ اب تک ملک میں محض سرمایہ کاری کے ثمرات میں صوبوں کے حصے یا سرمایہ کاری کے لیے قوائد وشرائط سے متعلق موضوعات راہداری منصوبے پر ہونیوالی بحث کا حصہ رہے ہیں۔ تاہم اب یہ بحث ایک نئے دور میں داخل ہورہی ہے اور وہ ہے ''زمین''۔سری لنکا میں دو بڑے منصوبوں میں معاملات خراب ہونے کے بعد ان منصوبوں کے لیے حاصل کیے گئے قرضوں کی وجہ سے ملکی معیشت کو چلانا مشکل ہوگیا تھا جس کی قیمت سری لنکا کو زمین اور بندرگاہ کے انتظامی اختیارات سے محرومی کی صورت ادا کرنی پڑی تھی۔ اس ہی طرح تاجکستان میں چینی سرمایہ کاری کو ''گیم چینجر'' کہا گیا۔سرمایہ کاری کے

نتیجے میں حاصل کیے جانیوالے قرضوں کے بوجھ کو کم کرنے کے لیے تاجکستان کو قرض کی شرائط میں نرمی کی صورت مدد فراہم کی گئی جس کے بدلے تاجکستان کو اپنی زمین دینی پڑی اور 2011 میں تاجکستان کی حکومت نے اعلان کیا کہ اس نے چین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے جس کے تحت اس نے 1,100 مربع کلومیٹر متنازعہ پہاڑی علاقے پر چین کا اختیار تسلیم کرلیا ہے۔ دونوں ممالک کے دوران اس حوالے سے معاہدہ 1999 میں ہوچکا تھا جسے حتمی شکل ایسے وقت پر دی گئی جب تاجکستان کی قرض کے حوالے سے مشکلات کا آغاز ہوچکا تھا۔ پاکستان اور چین اب SEZs (ایس ای زیز) کی تعمیر کے ابتدائی مراحل میں ہیں، ہمیں ہر مطالبے پر آنکھ بند کرکے عمل نہیں کرنا چاہیے۔ (خرم حسین، ڈان، 23 مارچ، صفحہ 8)

بلوچستان:

26 فروری: بلوچستان نیشنل پارٹی مینگل گروپ (BNP-M) کے سربراہ سردار اختر جان مینگل نے خاران میں عوامی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہیں سی پیک منصوبے کی تعمیر سے بلوچستان کا کوئی فائدہ ہوتا نظر نہیں آرہا۔ گزشتہ 70 سالوں سے بلوچستان کی ترقی کے نام پر اربوں روپے لوٹے جارہے ہیں لیکن صوبے کے عوام اب تک پینے کے پانی، صحت وتعلیم جیسی بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ حکمران کہتے ہیں کہ سی پیک سے پورے خطے کی تقدیر بدل جائے گی لیکن اس سے صرف صوبہ پنجاب اور اسکے عوام کو فائدہ پہنچے گا جن کے لیے پہلے ہی صوبے کے مختلف علاقوں میں ترقیاتی منصوبوں کا آغاز کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 27 فروری، صفحہ 5)

خیبر پختونخوا:

24 مارچ: وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی وترقی احسن اقبال اور وزیر اعلی خیبر پختونخوا پرویز خٹک نے ایک اجلاس میں مزید ترقیاتی منصوبے سی پیک میں شامل کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اس سال جون تک سرکلر ریلوے پشاور، راشکائی صنعتی زون اور گلگت چترال شاہراہ کی تعمیر کے معاہدوں کو حتمی شکل دے دی جائے گی۔ (ڈان، 25 مارچ، صفحہ 3)

- زمینی قبضہ

13 فروری: ایک خبر کے مطابق اوکاڑہ کی ضلعی انتظامیہ نے نیشنل کمیشن آن ہیومن رائٹس (NCHR) کو آگاہ کیا ہے کہ فوج اور اوکاڑہ ملٹری فارم کے کسان ایک معاہدے پر متفق ہوگئے جس کے تحت کسان فوج کو نقد رقم کے بجائے اپنی پیداوار میں سے حصہ دینگے۔ معاہدے کے تحت مزارعین زمین پر پہلے کی طرح ہی کاشت کرتے رہیں گے اور کسی بھی قسم کے تنازعے کے حل کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ اوکاڑہ ملٹری فارم برطانوی راج میں قائم کیے گئے تھے اور اس کی ملکیت برطانوی فوج کے پاس تھی جو آزادی کے بعد پاکستانی فوج کو منتقل ہوگئی تھی۔ پاکستان فوج کسانوں سے پیداوار میں حصہ لیا کرتی تھی لیکن جنرل پرویز مشرف کے دور میں ٹھیکیداری نظام متعارف کرایا گیا تھا جس کے تحت کسانوں کو حصہ نقد رقم کی صورت ادا کرنا تھا۔ اس کے علاوہ فوج جب چاہے کسانوں کو زمین سے بیدخل بھی کرسکتی تھی۔ کسانوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے انجمن مزارعین پنجاب (AMP) قائم کرلی جبکہ فوج نے کسانوں سے زمین خالی کرنے کا مطالبہ شروع کردیا تھا جس کے نتیجے میں فوج کے خلاف احتجاج ہوا اور جن کسانوں نے زمین خالی کرنے سے انکار کیا تھا ان کے خلاف دہشت گردی، بھتہ خوری اور چوری کے مقدمات درج کیے گئے تھے۔ (ڈان، 14 فروری، صفحہ 16)

بلوچستان:

3 جنوری: انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیم بلوچ ہیومن رائٹس آرگنائزیشن (BHRO) کی سربراہ بی بی گل بلوچ نے کراچی میں ایک پریس کانفرنس میں دعوی کیا ہے کہ سی پیک کی تعمیر کے لیے مجموعی طور پر 2,578 خاندانوں کو بے دخل کردیا گیا ہے۔ بلوچستان کے علاقے ہوشاب، آوران، جھلوان اور کوہ سلیمان کے مقامی رہائشیوں کو کراچی، حب چوکی اور تربت نقل مکانی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 جنوری، صفحہ 14)

گلگت بلتستان:

14 فروری: قراقرم ہائی وے کے توسیع منصوبے کی تکمیل کو سات سال گذر جانے کے بعد بھی منصوبے کے

متاثرین کو اب تک معاوضہ ادانہیں کیا گیا ہے۔ متاثرین کی ایکشن کمیٹی نے گلگت میں صحافیوں کو بتایا کہ چینی سرحد تا دیامر 1,500 خاندانوں کی زرخیز زمین وتجارتی عمارتیں منصوبے کے لیے حاصل کی گئی تھیں۔ NHA (این ایچ اے) جان بوجھ کر معاضہ دینے میں تاخیر کررہی ہے حالانکہ چینی حکومت نے مالیاتی ڈویژن کو منصوبے کی 80 فیصد رقم فراہم کردی ہے جس میں منصوبے کے لیے حاصل کی گئی زمین کا معاوضہ بھی شامل ہے۔ (ڈان، 15 فروری، صفحہ 7)

15 اپریل: ایک مضمون کے مطابق جغرافیائی طور پرگلگت بلتستان سی پیک کے داخلی راستے پر واقعہ ہونیکی وجہ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ گلگت بلتستان حکومت کا کوئی بھی غلط قدم سی پیک منصوبے پر سنگین اثرات کا سبب بن سکتا ہے۔ اس خطے میں شرح خواندگی زیادہ ہے اس لیے یہاں کے عوام گلگت بلتستان کے وسائل پر اپنے وراثتی حقوق کے حوالے سے حساس بھی ہیں۔ حکام سے یہ توقع کی جارہی تھی کہ انہیں مقامی لوگوں کی ان کے وسائل کے حوالے سے حساسیت کا ادراک ہوگا اور وہ ان کے تحفظات کو اہمیت دینگے، لیکن مقپن داس کے مقام پر ایس ای زیز کے قیام کے لیے زمین کے حصول کے پہلے معاملے میں ہی تنازعہ پیدا کردیا گیا۔ حکومت مقامی آبادی کو شاملاتی زمین، جس پر ان کا اجتمائی حق ہے، کے بدلے جائز معاوضہ دیے بغیر زمین حاصل کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ گلگت بلتستان حکومت پرانے ڈوگرہ قانون کے تحت زمین کو سرکاری ملکیت قرار دے کر بغیر کوئی معاوضہ ادا کیے قبضہ کررہی ہے۔ ضلع دیامر میں اس کے برعکس حکومت سرکاری منصوبوں کے لیے زمین کے حصول کے لیے معاوضہ ادا کرچکی ہے۔ (افضل اے شگری، ڈان، 15 اپریل، صفحہ 8)

- لینڈ کمپیوٹرائزیشن

14 جنوری: وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف کی صدارت میں ہونے والے ایک اجلاس میں حکومت پنجاب نے دیہی اراضی کا کمپیوٹرائزڈ اندراج مکمل ہونے کے بعد شہری زمینوں کے اعداوشمار کمپیوٹرائز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ سرکاری سہولیات فراہم کرنے والے جدید مواصلاتی مراکز ''ای خدمت مرکز' کے انتظامی اختیارات متعلقہ کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنروں کو دے دیے جائیں گے۔ وزیر اعلی

پنجاب شہباز شریف نے شہری زمینوں کے کمپیوٹرائزڈ اندراج اور شہریوں کی سہولت کے لیے تمام معلومات ویب سائٹ پر فراہم کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 15 جنوری، صفحہ 5)

پانی

12 مارچ: ایک مضمون کے مطابق عوامی فلاح اور معاشی ترقی پانی کی دستیابی سے جڑی ہے اسی لیے پائیدار ترقیاتی اہداف (SDGs) میں پانی کی دستیابی اور اس کے پائیدار انتظام کو یقینی بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ پاکستان نے منگلا اور تربیلا ڈیم کی تعمیر کے بعد کسی بڑے آبی ذخیرے کی تعمیر کے لیے کام نہیں کیا اور اس وقت ملک کے آبی ذخائر صرف 30 دن تک پانی کی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہیں۔ پانی کی قلت اور اس سے جڑے دیگر مسائل کے خاتمے کے لیے انفرادی و ریاستی سطح پر کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک میں موسمی تبدیلی پر قومی پالیسی اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی قومی پالیسی پر کام جاری ہے لیکن پاکستان کو ایک مزید موثر اور جامع آبی پالیسی کی ضرورت ہے جس میں پانی کی قیمت مقرر کرکے اس کے موثر استعمال کو فروغ دینے کے اقدامات، آبی ذخائر میں اضافے، پانی کو آلودگی سے بچانے کے لیے ایک سخت نظام کے قیام جیسے اقدامات شامل ہوں۔ اس کے علاوہ آبادی میں اضافے کی شرح کو قابو میں کرنا اور شہری آبادیوں میں اضافے کے پائیدار طریقوں پر عمل جیسے اقدامات ہونے چاہئے۔ ان تمام تجاویز پر فوری عمل درآمد پاکستان میں پانی کی دستیابی میں معاون ہوگا۔ (اگنا کیوارتازہ، ڈان، 12 مارچ، صفحہ 9)

22 اپریل: جامعہ کراچی میں زمین کے عالمی دن (ارتھ ڈے) کے موقع پر ہونے والی تقریب میں ماہرین کا کہنا تھا کہ پاکستان میں ہر گزرتے دن کیساتھ پانی کی قلت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 1950 سے اب تک میٹھے پانی کی فی کس دستیابی میں 800 فیصد کمی واقعہ ہوئی ہے۔ تاہم آبپاشی نظام میں ضائع ہونیوالا 30 فیصد پانی بچا کر صورتحال کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ فلکیاتی علوم کے ادارے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس ٹیکنالوجی (IST) میں جغرافیائی علوم (نیشنل سینٹر فار ریموٹ سینسنگ اینڈ جیو انفومیٹکس) کے سربراہ ڈاکٹر بدر غوری کے کا کہنا تھا کہ اگر موجودہ صورتحال جاری رہی تو 2020 تک ملک میں فی کس پانی کی دستیابی 915 مربع میٹر تک محدود

ہوجائیگی جبکہ بین الاقوامی سطح پر کم سے کم فی کس پانی کی دستیابی 1,000 مربع میٹر مقرر ہے۔ (ڈان، 23 اپریل، صفحہ 18)

- آبپاشی

8 جنوری: ایک مضمون کے مطابق سندھ میں آبپاشی نظام سے کاشتکاری کے متضاد طریقے پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف کاشتکار جنوری میں شروع ہونے والی گردشی پالیسی (پانی کی کمی کی صورت میں اہم غذائی فصلوں کو پہلے پانی دینی کی پالیسی (rotation policy) سے پریشان ہیں جبکہ دوسری طرف ناقص آبپاشی نظام کے باوجود کچے کے علاقے کے کاشتکار رواں برس خریف کے موسم میں اضافی پیداوار کے لیے انتہائی پر امید نظر آتے ہیں۔ کچے کے علاقے میں کچھ بااثر کاشتکار براہ راست دریا سے پمپ کے ذریعے پانی حاصل کرتے ہیں اور چھوٹے کسانوں کو پانی ان کی 25 فیصد پیداوار کے بدلے فروخت بھی کرتے ہیں۔ یہ کسان روایتی کاشتکاری کے طریقوں پر عمل پیرا ہیں۔ زمین میں موجود نمی کا استعمال کرتے ہوئے بوائی کرتے ہیں اور جدید زرعی طریقوں کے ذریعے سرمایہ کاری کیے بغیر فصل کاشت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوبے بھر میں صرف کچے کے علاقوں کے کسان نامیاتی خوراک پیدا کرتے ہیں جس میں کسی قسم کا زرعی زہر، کیمیکل اور کھاد کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ کچے کے علاقے کے یہ چھوٹے کسان اپنے روایتی بیج کاشت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جینیاتی بیج قابل بھروسہ نہیں ہیں۔ ضلع جامشورو کے کسان قاسم کھوسو کا کہنا ہے کہ وہ دوسرے علاقوں کے کاشتکاروں کی طرح زرعی زہر، کھاد اور نباتات کش ادویات پر کسی قسم کی رقم خرچ نہیں کرسکتے۔ وہ صرف ایک بار بوائی کے وقت ٹریکٹر کا استعمال کرتے ہیں۔ اس سال انہوں نے گندم، دال اور دھنیا کاشت کیا ہے۔ مسور کی دال کچے کے علاقوں میں کسانوں کے لیے بہت فائدہ مند ہے جس کی اوسط پیداوار فی ایکڑ 25 سے 30 من ہے۔ مسور کی دال مقامی منڈی میں تقریباً 5,000 روپے فی من فروخت ہوتی ہے۔ اسی طرح دھنیا بھی اہم فصل ہے جس کی فی ایکڑ اوسط پیداوار 15 سے 25 من اور منڈی میں قیمت 6,000 روپے فی من ہے۔ وہ خود اپنی فصل فروخت کرنے کے لیے شہری علاقوں میں نہیں جاتے۔ بیوپاری خود وہیں آ کر انہیں پیسے دیتا ہے اور پیداوار لے جاتا ہے۔ (جان خاصخیلی، دی نیوز، 8 جنوری، صفحہ 15)

18 جنوری: محکمہ زراعت پنجاب نے صوبے کے 10 اضلاع میں 180.50 ملین روپے لاگت سے قابل کاشت زمین کے تحفظ، بارش کے پانی کو محفوظ بنانے، دریائی اور بارش کے پانی سے زمین کے کٹاؤ کو روکنے کے لیے منصوبے کے آغاز کا فیصلہ کیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق منصوبے کے تحت پنجاب حکومت 30 چھوٹے ڈیم 62 تالاب اور 15 آبی ذخائر تعمیر کریگی۔ یہ منصوبہ کسان پیکج 17-2016 کے تحت شروع کیا جائیگا۔ (بزنس ریکارڈر، 19 جنوری، صفحہ 13)

7 فروری: وفاقی حکومت نے کچھی کنال منصوبے میں تکنیکی نقائص، مایوس کن کارکردگی اور ناقص منصوبہ بندی کے اعتراف کے باوجود منصوبے کے لیے مزید 80.5 بلین روپے کی منظوری دیدی ہے۔ گزشتہ چار سالوں میں منصوبے کی تخمینی لاگت میں یہ دوسرا اضافہ ہے۔ سینٹرل ڈیولپمنٹ ورکنگ پارٹی (CDWP) نے یہ منظوری سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس کی جانب سے بدعنوانی کے الزامات کے نتیجے میں مرتب کی گئی تحقیقاتی رپورٹ کا جائزہ لیے بغیر دی ہے۔ 2003 میں مشرف کے دور حکومت میں بلوچستان کی 713,000 ایکڑ اراضی کو سیراب کرنے کے لیے 31.2 بلین روپے کی لاگت کے اس منصوبے کی منظوری دی گئی تھی۔ منصوبہ کے تحت تونسہ بیراج سے 500 کلومیٹر طویل نہر کی تعمیر کے ذریعے بلوچستان کے مختلف اضلاع میں 600 کیوسک پانی کی فراہمی کو یقینی بنانا شامل تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 فروری، صفحہ 11)

27 فروری: ایک مضمون کے مطابق پانی کی روانی کو مسلسل برقرار رکھنے کے لیے پنجاب حکومت تمام بیراجوں، نہروں اور ذیلی نہروں پر پانی کے بہاؤ کی پیمائش کرنے والا جدید نظام ریئل ٹائم فلو مانیٹرنگ سسٹم نصب کریگی۔ 1,548 ایسے مقامات کی نشاندہی کرلی گئی ہے جہاں جدید حساس آلات (سینسرز) نصب کیے جائیں گے۔ یہ نظام علاقے میں بارش کی پیمائش کے اعداوشمار بھی جمع کرکے مرکز کو بھیج سکتا ہے۔ تاہم کسان اس نئے نظام کے استعمال سے پرامید نہیں کیونکہ یہ اعداوشمار ادارے کے ریکارڈ کے لیے جمع کیے جائیں گے جو ادارے کے لیے تو اچھا ہوسکتا ہے لیکن کسانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک زمینی حقائق تبدیل نہیں ہوتے۔ کسانوں کے لیے پانی کے اعداوشمار کبھی تنازعہ نہیں رہے ہیں۔ بااثر زمیندار نہر چوڑی کرلیتے ہیں اور

اس طرح کا تمام ریکارڈ محکمہ آبپاشی میں موجود ہے یعنی اصل مسئلہ عملدرآمد کا ہے نہ کہ اعداد وشمار کا۔ (احمد فراز خان، ڈان، 27 فروری، صفحہ 4 بزنس اینڈ فنانس)

27 مارچ: ایک مضمون کے مطابق پنجاب حکومت فی ایکڑ آبیانے کی شرح بڑھانے پر غور کررہی ہے۔ بین الاقوامی قرض دینے والے اداروں کے دباؤ پر آبیانے میں اضافے کی اس طرح کی کوشش کسانوں کی مخالفت اور مزاحمت کی وجہ سے ماضی میں ناکام رہی ہے۔ اعلی حکام کے مطابق حکومت گزشتہ 12 سالوں سے فی ایکڑ سالانہ 135 روپے آبیانہ وصول کررہی ہے جبکہ پانی کی فراہمی پر سالانہ 875 روپے فی ایکڑ لاگت آتی ہے۔ آبیانے کی شرح میں 50 فیصد اضافے کی سفارش کی گئی ہے تاہم محکمہ خزانہ اور محکمہ آبپاشی اب تک اس حوالے سے کئی اجلاس منعقد ہونے کے باوجود کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے ہیں۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق عالمی مالیاتی اداروں کے دباؤ پر آبیانہ 1,200 سے 1,800 روپے فی ایکڑ تک بڑھ جانے کا امکان ہے۔ پہلے مرحلے میں آبیانہ 135 روپے سے بڑھا کر 850 روپے فی ایکڑ کیا جائے گا، پھر ہر دو سال بعد اس شرح میں مزید اضافہ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ آبیانہ وصول کرنے کا طریقہ کار بھی تبدیل کیا جائیگا اور کمپیوٹرائزڈ رسید کے ذریعے آبیانہ محکمہ ریونیو کے دفتر کے بجائے بینک میں جمع ہوگا۔ ایک اور تجویز بھی زیر غور ہے جس کے تحت پکی نہریں نجی ٹھیکیداروں کو دے دی جائیں گی جو خود آبیانے کی شرح مقرر کرینگے۔ اس مقصد کے لیے کنال اینڈ ڈرینج ایکٹ 1873 میں ترمیم ہوسکتی ہے۔ (فیصل علی گھمن، ڈان، 27 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

پانی کی قلت:

1 جنوری: ایوان زراعت سندھ (SCA) نے دریائے سندھ میں پانی کی کمی پر سخت تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے وفاقی حکومت پر زور دیا ہے کہ سندھ میں فصلوں کو بچانے کے لیے منگلا ڈیم سے پانی جاری کیا جائے۔ SCA (ایس سی اے) کے رہنماؤں کا کہنا تھا کہ سندھ کے متعدد اضلاع میں پانی کی شدید قلت ہے جس سے گندم کی کھڑی فصل بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ پانی کی قلت برقرار رہنے کی صورت میں تقریباً 2.8 ملین ایکڑ زمین پر کاشت کی گئی گندم کی پیداوار میں 50 فیصد کمی ہوگی۔ (ڈان، 2 جنوری، صفحہ 17)

7 جنوری: سندھ کے تینوں بیراج گڈو، سکھر اور کوٹری پر پانی کے بہاؤ میں 30 فیصد کمی کا سامنا ہے۔ پانی کی کمی جو پہلے ہی ربیع کی فصلوں کو متاثر کررہی ہے خریف کی فصلوں پر بھی منفی اثرات مرتب کرے گی۔ سکھر بیراج کی تمام سات نہریں سالانہ مرمتی کام کی وجہ سے 6 تا 20 جنوری بند رہیں گی۔ نہروں کی بندش اس صورتحال کو مزید پیچیدہ کردے گی۔ سکھر بیراج کے کنٹرول روم کے نگراں عبدالعزیز سومرو کے مطابق ربیع کی فصل کے لیے پانی کی ابھی فوری ضرورت نہیں تاہم گندم کی کھڑی فصل کے لیے اگلے ماہ پانی درکار ہوگا۔ اگر رواں ماہ مناسب بارشیں نہ ہوئیں تو پانی کی یہ کمی خریف کے آغاز تک جاری رہے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 جنوری، صفحہ 14)

2 فروری: نواب شاہ میں سندھ گروورز ایسوسی ایشن (SGA) کے چیئرمین رضا محمد چانڈیو کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں ارکان نے اعلان کیا ہے کہ اگر سندھ کے زرعی شعبے کو بچانے کے لیے ان کے مطالبات منظور نہ کیے گئے تو وہ احتجاجی لانگ مارچ اور وزیر اعلی ہاؤس کا گھیراؤ کرینگے۔ ارکان کا کہنا تھا کہ بااثر زمیندار اور سیاستدان جنگلات کی زمین پر قابض ہیں اور درختوں کی غیر قانونی کٹائی جاری ہے جبکہ ہزاروں ایکڑ زرعی زمین سیم وتھور کی وجہ سے بنجر ہورہی ہے۔ محکمہ آبپاشی کی جانب سے پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کے نتیجے میں نہر کے آخری سرے کے کسان زمین کاشت کرنے سے قاصر ہیں۔ SGA (ایس جی اے) نے عدلیہ سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ سندھ کے زرعی شعبے کو بچانے کے لیے کارروائی کرے۔ (ڈان، 2 فروری، صفحہ 19)

21 فروری: سجاول کے علاقے داڑو، بنوں اور لائق پور سمیت متعدد علاقوں میں کھڑی فصلوں کو گزشتہ ایک ماہ سے پانی کی بندش کی وجہ سے تباہی کا سامنا ہے۔ کسانوں نے زرائع ابلاغ کے مقامی نمائندوں کو بتایا ہے کہ راج واہ، بنوں مائنر، لائق پور واہ اور دیگر نہریں گزشتہ ایک ماہ سے خشک پڑی ہیں اور اب تک پانی کی فراہمی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ کسانوں نے اس صورتحال کا ذمہ دار محکمہ آبپاشی کو قرار دیا ہے۔ ان علاقوں کے زیادہ تر کسان سورج مکھی، کیلا، سبزیاں اور دیگر اجناس کاشت کرتے ہیں۔ (ڈان، 22 فروری، صفحہ 15)

17 مارچ: ملک کے دو اہم ترین آبی ذخائر منگلا اور تربیلا ڈیم میں پانی کی سطح گزشتہ دس سالوں کی کم ترین سطح (ڈیڈ لیول) پر آ گئی ہے جبکہ اگلے دو ہفتوں کے دوران بارشوں کا بھی امکان نہیں جس سے پانی کی سطح میں اضافہ ہوسکے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ موجودہ صورتحال کی وجہ سے ملک بھر میں بجلی کی عدم فراہمی میں اضافہ ہوسکتا ہے اور خریف کی فصلوں پر بھی پانی کی کمی کے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) نے موجودہ صورتحال پر بحث کے لیے مشاورتی کمیٹی کا اجلاس طلب کرلیا ہے جس میں یکم اپریل سے شروع ہونیوالے خریف کے موسم کیلیے پانی کی دستیابی اور اس کی تقسیم کے معاملہ پر بحث کی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 مارچ، صفحہ 9)

21 مارچ: وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ نے ایک پریس کانفرنس میں پانی کی منصفانہ تقسیم کے حوالے سے واپڈا پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ منگلا اور تربیلا ڈیم سے پانی کی تقسیم کے انتظامات سندھ اور بلوچستان کو (گردشی بنیادوں پر) منتقل کیے جائیں۔ وزیر اعلی نے مزید کہا کہ IRSA (ارسا) نے صوبے کو آ گاہ کیا تھا کہ منگلا اور تربیلا ڈیم میں پانی کی سطح تشویش ناک حد تک کم ہوجانے کی وجہ سے 50 فیصد پانی کی قلت کا سامنا ہوگا۔ سندھ حکومت نے وفاقی حکام کو اپنے خدشات سے آ گاہ کرتے ہوئے پانی ذخیرہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا لیکن وفاق کی جانب سے وقت پر ڈیموں کو بھرنے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے اور مزید یہ کہ ڈیموں سے ملحقہ نہروں میں مقررہ مقدار سے زیادہ پانی کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ (ڈان، 22 مارچ، صفحہ 17)

24 مارچ: وزیر خوراک سندھ نثار احمد کھوڑو نے ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ سندھ کے حصے کے پانی کی چوری میں واپڈا ملوث ہے۔ پنجاب میں گڈو بیراج کے ساتھ بالائی دریائی علاقوں میں تقریباً 500 ٹیوب ویلوں کے ذریعے سندھ کا پانی چوری کیا جارہا ہے۔ وزیر خوراک نے سوال اٹھایا کہ کس نے ٹیوب ویلوں کے ذریعے براہ راست دریا سے پانی نکالنے کی اجازت دی ہے؟ حالانکہ براہ راست ٹیب ویلوں کے ذریعے پانی کا حصول غیرقانونی ہے۔صوبائی وزیر نے پنجاب حکومت اور ارسا سے وضاحت طلب کی ہے کہ

اب تک اس پانی کی چوری پر کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟ (ڈان، 25 مارچ، صفحہ 19)

31 مارچ: ارسا کی مشاورتی کمیٹی کے اجلاس میں چیئرمین سید مظہر علی شاہ نے کہا ہے کہ خریف کے موسم کے ابتدائی ہفتوں میں 18 فیصد پانی کی کمی کا سامنا رہے گا، تاہم یہ کمی اپریل تک ہی محدود رہے گی۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ موسمیات نے کمیٹی کو بتایا کہ آنے والے دنوں میں درجہ حرارت میں دو ڈگری سینٹی گریڈ اضافے کا امکان ہے۔ اس پیشنگوئی کی بنیاد پر ارسا پرامید ہے کہ درجہ حرارت کے بڑھنے سے پہاڑوں پر برف جلدی پگھلے گی جس سے دریاؤں میں پانی کے بہاؤ میں بہتری آئیگی۔ (ڈان، 1 اپریل، صفحہ 3)

7 اپریل: سندھ حکومت کے اعلی حکام کے مطابق سندھ کابینہ میں سیکریٹری محکمہ آبپاشی نے بتایا ہے کہ سندھ کو درپیش پانی کی قلت 55 فیصد تک پہنچ گئی ہے جبکہ ارسا نے صرف 17 فیصد پانی کی کمی کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ پانی کی تشویشناک حد تک کمی کی وجہ سے صوبے کی اہم فصلوں کو لاحق خطرات کے پیش نظر ارسا اور دیگر متعلقہ اداروں کیساتھ مسئلہ پر بات چیت شروع کردی گئی ہے۔ کابینہ کو بتایا گیا ہے کہ اسکردو میں درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے امکان ہے کہ اگلے دس دنوں میں پانی کی ترسیل بہتر ہوگی۔ پانی کی ترسیل میں اضافہ نہ ہونے کی صورت میں وزارت آبپاشی گردشی پالیسی پر عملدرآمد کریگی جس کے تحت گندم کے پیداواری علاقوں کو پانی کی فراہمی میں ترجیح دی جائیگی۔ (ڈان، 8 اپریل، صفحہ 19)

9 اپریل: سندھ کے تینوں بیراجوں گڈو، سکھر اور کوٹری بیراج کو 40 فیصد پانی کی کمی کا سامنا ہے جبکہ گڈو بیراج اور سکھر بیراج سے نکلنے والی تین تین نہریں ماہ اپریل کے آغاز سے بند چلی آرہی ہیں۔ گذشتہ سال بارشیں کم ہونیکی وجہ سے تربیلا ڈیم انتہائی سطح تک نہیں بھرا گیا تھا جس کے نتیجے میں ڈیم گزشتہ ماہ پانی کی انتہائی نچلی سطح پر آگیا ہے۔ محکمہ آبپاشی کے حکام نے کسانوں کو پانی کی کمی سے بچنے کے لیے خریف کی فصلیں تاخیر سے کاشت کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 اپریل، صفحہ 14)

- پن بجلی ڈیم

7 جنوری: وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان حافظ حفیظ الرحمان نے مشہور سیاحتی مقام وادی نلتر میں 14 میگاواٹ بجلی کی پیداواری صلاحیت کے پن بجلی منصوبے کا افتتاح کردیا۔ منصوبہ 3.8 بلین روپے کی لاگت سے 25 ماہ کی مدت میں تعمیر ہوا ہے۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ کا کہنا تھا کہ منصوبے سے گلگت شہر اور ملحقہ علاقوں میں یومیہ 14 سے 16 گھنٹے بجلی کی فراہمی یقینی بنائی جاسکے گی جہاں اس وقت 18 سے 20 گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ (ڈان، 8 جنوری، صفحہ 7)

10 جنوری: ایک خبر کے مطابق عالمی بینک نے خیبر پختونخوا حکومت کو تین ڈیموں کی تعمیر کے لیے قرض دینے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ اعلیٰ سرکاری حکام کے مطابق صوبائی حکومت عالمی بینک سے ترقیاتی منصوبوں کے لیے 70 بلین روپے قرضہ لینے کے لیے مزاکرات کررہی ہے تاہم ابھی تک کوئی حتمی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ بینک تین منصوبوں پر کام کے آغاز کے لیے ابتدائی مطالعاتی رپورٹ (فیزی بلٹی رپورٹ) اور منصوبے کے نقشہ جات کی تیاری کے لیے 100 ملین ڈالر کی پہلی قسط جولائی تک جاری کردے گا۔ ان تین منصوبوں میں 413 ملین ڈالر لاگت کا گبرال۔کالام پن بجلی منصوبہ، 148 ملین ڈالر لاگت کا باری کوٹ پٹراک پن بجلی منصوبہ اور 83 ملین ڈالر تخمینی لاگت کا شرنگل پٹراک پن بجلی منصوبہ شامل ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 جنوری، صفحہ 2)

تربیلا ڈیم:

5 جنوری: تربیلا ڈیم کے چوتھے توسیعی منصوبے کے ٹھیکیدار نے واپڈا کو ٹھیکے کی معطلی کا نوٹس جاری کردیا ہے۔ ٹھکیدار نے حکومت کی جانب سے کام کی رفتار تیز کرنے کے لیے ادا کی گئی اضافی رقم واپس لینے کے خلاف عالمی عدالت سے رجوع کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ حکومت نے چوتھے تربیلا توسیعی منصوبے کا کام جون 2017 سے پہلے مکمل کرلینے کی شرط پر ٹھیکیدار کو 50 ملین ڈالر اضافی رقم دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حکومت کی جانب سے ٹھیکیدار کو 25 ملین ڈالر قبل از وقت ادا کردیے گئے جبکہ ٹھیکیدار مقررہ وقت سے قبل تعمیراتی کام مکمل

کرنے میں ناکام رہا۔ عام طور پر اس طرح کی مراعات منصوبے کی بروقت تکمیل کے بعد دی جاتی ہیں تاہم اس معاملے میں ٹھیکیدار کو تعمیر سے پہلے ہی رقم ادا کردی گئی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 جنوری، صفحہ 10)

7 جنوری: وزیراعظم نواز شریف نے تربیلا ڈیم کے چوتھے توسیعی منصوبے کی مقررہ مدت میں تعمیر مکمل نہ ہونے کے باوجود ٹھیکیدار کو 25 ملین ڈالر مراعات کی صورت ادا کرنے کی تفتیش کا حکم دیا ہے۔ وفاقی حکومت نے اس معاملے سے خود کو الگ کرتے ہوئے رقم کی واپسی کی تمام تر ذمہ داری کا بوجھ چیئرمین واپڈا اور بورڈ آف ڈائریکٹرز کے کاندھوں پر ڈال دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 جنوری، صفحہ 10)

داسو ڈیم:

22 جنوری: واپڈا نے 4.5 بلین ڈالر لاگت کے داسو پن بجلی منصوبے پر کام کے باقاعدہ آغاز سے پہلے ہی چینی کمپنی کو دیے گئے دو اہم ٹھیکے منسوخ کردیئے ہیں۔ منسوخ کیے گئے ٹھیکوں میں 4.806 بلین روپے کی لاگت سے رہائشی کالونی اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر اور 572 ملین روپے کی مدد سے شہتیال عجائب گھر اور چوچانگ گاؤں کے متاثرین کو پھر سے آباد کرنے کے لیے تعمیرات شامل ہیں۔ (ڈان، 23 جنوری، صفحہ 1)

نیلم جہلم:

12 جنوری: کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے نیلم جہلم پن بجلی منصوبے کی تعمیر کے لیے 18 مہینوں تک بجلی کے بلوں میں 10 پیسہ فی یونٹ سرچارج (محصول) کو برقرار رکھنے کی منظوری دیدی ہے۔ کمیٹی نے واپڈا کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے نیلم جہلم محصول کی صورت میں 30 جون، 2018 تک توسیع کردی ہے۔ یہ محصول 2007 میں منصوبے کی نصف لاگت 130 بلین روپے حاصل کرنے کیلیے آٹھ سالہ مدت کے لیے دسمبر، 2015 تک لاگو کیا گیا تھا جس میں مزید ایک سال کی توسیع کردی گئی تھی۔ حکام کے مطابق سرچارج وصولی کے دورانیے میں اضافہ سے نو بلین روپے کا حصول ممکن ہوسکے گا جس سے منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے میں یقینی مدد ملے گی۔ (ڈان، 12 جنوری، صفحہ 10)

کاروٹ ڈیم:

10 مارچ: دریائے جہلم پر 720 میگاواٹ کے کاروٹ پن بجلی منصوبے کے لیے چائنا تھری گورجس ساؤتھ ایشین انویسٹمنٹ لمیٹڈ نے مالی معاونت حاصل کرلی ہے۔ اس حوالے سے پرائیوٹ پاور اینڈ انفراسٹرکچر بورڈ (PPIB) اور متبادل توانائی کے فروغ کا ادارہ آلٹرنیٹ انرجی ڈیولپمنٹ بورڈ (AEDB) نے ایک تقریب میں معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ 1.7 بلین ڈالر کا یہ منصوبہ سی پیک کے ترجیحی منصوبوں کی فہرست میں شامل ہے۔ منصوبہ 80 فیصد پنجاب اور 20 فیصد آزاد کشمیر کی حدود میں تعمیر ہوگا جسے کمپنی 30 سال بعد حکومت پاکستان کے حوالے کریگی۔ PPIB (پی پی آئی بی) کے مینجنگ ڈائریکٹر شاہ جہاں مرزا نے منصوبے میں عالمی بینک کی سرمایہ کاری کو سراہا جس نے دو بار منصوبے کی مدت میں توسیع فراہم کی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 مارچ، صفحہ 10)

متفرق

- پانی کی قلت

2 جنوری: ایک مضمون کے مطابق گوادر کا انکارہ ڈیم خشک ہوچکا ہے اور سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے والا کارخانہ بھی ناکارہ ہوچکا ہے۔ دریائے دشت پر قائم میرانی ڈیم سے گوادر کی پانی کی قلت پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے تاہم اس ڈیم کی بھی مستقبل کی آبی ضروریات کو دیکھتے ہوئے منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ گوادر میں سال 2000 میں 5,000 افراد کی آبادی کے مقابلے آج 0.12 ملین آبادی ہے۔ اگر اگلے پانچ سالوں میں گوادر کی آبادی دوملین ہوجاتی ہے تو یہاں پانی کی اوسط طلب 200 ملین گیلن یومیہ ہوگی جبکہ میرانی ڈیم یومیہ 10 ملین گیلن سے کم پانی فراہم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ (فرحان محمود، دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 جنوری، صفحہ 10)

18 جنوری: وفاقی وزیر منصوبہ بندی وترقی احسن اقبال نے ایک اجلاس میں متعلقہ حکام کو گوادر میں پینے کے پانی کا بحران فوری طور پر حل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وفاقی وزیر نے سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے

والے کارخانے کو فوری طور پر فعال کرنے کے احکامات دیے ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل ادارہ ترقیات گوادر (GDA) ڈاکٹر سجاد حسین نے اجلاس میں بتایا کہ پورے مکران میں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی جیسی صورتحال ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 جنوری، صفحہ 3)

23 جنوری: ایک مضمون کے مطابق گوادر اور اس سے ملحقہ علاقوں میں پانی کی شدید قلت کے باوجود حکومت گذشتہ سات سالوں سے بند سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے والے چار کارخانوں کو تاحال فعال کرنے میں ناکام نظر آتی ہے۔ نجی طور پر نصب کیا گیا ایسا ایک کارخانہ کامیابی کے ساتھ کام کررہا ہے اور محکمہ صحت عامہ کو یومیہ 100,000 گیلن پانی گوادر کے رہائشیوں کو ترسیل کرنے کے لیے فروخت کررہا ہے۔ صوبائی حکومت کی ہدایت پر ادارہ ترقیات بلوچستان (BDA) نے ضلع گوادر کے مختلف علاقوں میں چار کارخانے نصب کرنے کا ٹھیکہ دیا تھا جس کے بعد کام کا آغاز ہوا اور مشینری بھی مطلوبہ مقام پر پہنچا دی گئی تھی لیکن چار میں سے کسی بھی کارخانے کی تنصیب کا کام وقت پر مکمل نہیں ہوسکا۔ حکام کے مطابق گودار اور اس سے ملحقہ پسنی، جیوانی، پشکان اور دیگر دیہات میں پانی کی یومیہ ضرورت 8.3 ملین گیلن ہے جبکہ میرانی ڈیم سے ان علاقوں میں پانی کی ترسیل 2.5 ملین گیلن یومیہ ہے۔ (بہرام بلوچ، ڈان، 23 جنوری، صفحہ 5)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

5 جنوری: محکمہ زراعت پنجاب نے صوبے بھر میں زرعی پیداوار اور آمدنی میں اضافے کے لیے 113.65 ملین روپے کی لاگت سے پانچ سالہ منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ منصوبہ کے تحت مٹی کی جانچ پڑتال کے ذریعے مخصوص اور عمومی کھاد کے متوازن استعمال کو فروغ دیا جائے گا۔ مٹی کی زرخیزی کی جانچ کرنے والے آلے (کٹ) فراہم کیے جائیں گے اور زمین کی جانچ کرنے والے عملے کو موٹر سائیکلیں فراہم کی جائیں گی جو ہر گاؤں سے زمین کی جانچ کے لیے مٹی کے نمونے جمع کرینگے۔ (بزنس ریکارڈر، 6 جنوری، صفحہ 5)

6 اپریل: محکمہ زراعت پنجاب کی مالی معاونت سے پیر مہر علی شاہ ایرڈ ایگری کلچر یونیورسٹی راولپنڈی (PMAS-AAUR) نے بغیر مٹی کے پانی کے مخصوص محلول کے ذریعے (ہائیڈرو پونک) زراعت پر پندرہ روزہ تربیتی ورکشاپ کا آغاز کردیا ہے۔ اگلے دو سالوں میں ایسے کل آٹھ تربیتی پروگرام ہونگے جس میں 200 کسانوں کو بغیر مٹی کے زراعت کرنے کی تربیت دی جائے گی جو اپنے علاقوں میں سکھائے گئے طریقوں پر سبزیوں کی کاشت کا تجربہ کرینگے اور دیگر کسانوں کو تربیت بھی فراہم کرینگے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 اپریل، صفحہ 11)

بیج

9 مارچ: ایک خبر کے مطابق پاکستان 2018 تک ہائبرڈ چاول کے بیج برآمد کرنے والے ممالک کی فہرست میں شامل ہوجائے گا۔ گارڈ ایگری کلچرل ریسرچ اینڈ سروس پرائیوٹ لمیٹڈ کے اعلی افسر شاہ رخ ملک کے مطابق ان کی کمپنی نے فلپائن کی ایک کمپنی سے اس حوالے سے معاہدہ کیا ہے۔ کمپنی ہائبرڈ بیج کی پیداوار کے لیے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کررہی ہے اور اگلے سال فلپائن کو 50 ٹن ہائبرڈ بیج برآمد کرسکیں گے۔ کمپنی کے بیج کی پیداوار کے لیے زیر کاشت رقبہ کو 900 ایکڑ تک بڑھا دیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 مارچ، صفحہ 13)

12 اپریل: چین کی ایک بیج کمپنی (Wuhan Qingfa-Hesbeng Seed Co. Ltd) اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (UAF) نے مشترکہ طور پر بیج کی اقسام، افزائش، جانچ اور اس کی پیداواری ٹیکنالوجی پر کام کرنے کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ معاہدے کے تحت چینی کمپنی مقامی سطح پر بیج کی پیداوار کے لیے ہائبرڈ اقسام اور بیج کا افزائشی مواد فراہم کریگی۔ اس کے علاوہ چینی کمپنی یونیورسٹی کے اہل طالب علموں کو وظیفے (اسکالرشپ) بھی فراہم کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 13 اپریل، صفحہ 13)

24 اپریل: چیئرمین پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن (PCGA) ڈاکٹر جیسومل کی سربراہی میں منعقد ہونے والے اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ کپاس کے کاشتکاروں کو معاشی دہشت گردی سے نجات دلائی

جائے اور بیج، کھاد اور جعلی زرعی ادویات بنانے والے مافیا کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا جائے۔ کسانوں، جنرز اور آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (APTMA) کے مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ انھوں نے مزید مطالبہ کیا کہ حکومت جننگ شعبے کے لیے مراعاتی پیکج کا اعلان کرے اور اس شعبے کو تین سال کے لیے محصولات سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 اپریل، صفحہ 13)

- جینیاتی بیج

14 جنوری: وزیر زراعت پنجاب نعیم اختر خان نے مونسانٹو کے جینیاتی مکئی کے تجرباتی کھیت کا دورہ کیا ہے۔ صوبائی وزیر نے اس موقع پر ٹیکنالوجی کے مثبت کردار کی تعریف کی۔ مونسانٹو پاکستان کے سربراہ عامر مرزا نے بتایا کہ فروری 2016 میں وزارت موسمی تبدیلی سے جینیاتی مکئی کی فروخت کی منظوری حاصل کرلی ہے اور دیگر قوائد وضوابط بھی پورے کرلیے گئے ہیں۔ کمپنی نے 2009 میں ہی جینیاتی مکئی کی آزمائشی کاشت کا آغاز کردیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 15 جنوری، صفحہ 5)

5 مارچ: پنجاب حکومت آئندہ پانچ سالوں کے لیے مونسانٹو سے کپاس کے بیج کی جدید ٹیکنالوجی وتکنیکی مہارت حاصل کرنے کے معاہدہ کو حتمی شکل دے رہی ہے۔ کسانوں، تحقیقی مراکز اور بیج کمپنیوں میں جینیاتی ٹیکنالوجی کے منفی اثرات سے متعلق پائے جانے والے تحفظات کے باوجود صوبائی حکومت معاہدہ کو حتمی شکل دینے میں جلد بازی کررہی ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب نے اگست میں مونسانٹو سے جینیاتی ٹیکنالوجی حاصل کرنیکی منظوری دی تھی اور 2017 میں مشروط معاہدہ کرنیکا فیصلہ کیا تھا۔ وزارت ٹیکسٹائل کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے 86 فیصد رقبے پر جینیاتی کپاس بول گارڈ۔II (BG-II) کاشت ہورہی ہے۔ زرعی تحقیقی ادارے اگیری کلچر بائیوٹیکنالوجی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ABRI) نے بول گارڈ II اور مونسانٹو کی نباتات کش دوا راؤنڈ اپ ریڈی فللکس (RRF) کی سندھ اور پنجاب میں کپاس کی فصلوں میں پائے جانیکی تصدیق کی ہے۔ مونسانٹو اور امریکی سیکیورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن کے دستاویزات ظاہر کرتے ہیں کہ جینیاتی کپاس کی دونوں اقسام کے جین پر ملکیتی حقوق (پیٹنٹ) 2021 میں ختم ہورہے ہیں۔ اگر پاکستان مونسانٹو سے بول گارڈ۔II اور RRF (آر آر

ایف) دونوں جین متعارف کرنے کے لیے معاہدہ کر بھی لیتا ہے تو 2021 کے بعد ہی تجارتی طور پر دستیاب ہوگی۔ ملتان میں کپاس کے تحقیقی ادارے سینٹرل کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (CCRI) کے سابق ڈائریکٹر ظہور احمد کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ بول گارڈ۔II ٹیکنالوجی آسٹریلیا اور بھارت میں ناکام ہوچکی ہے لہذا پاکستان کو اب ٹرپل جین ٹیکنالوجی کی طرف جانا چاہیے۔ (فیصل علی گھمن، ڈان، 5 مارچ، صفحہ 10)

کھاد

18 اپریل: UAF (یو اے ایف) کے مٹی اور ماحولیاتی سائنس کے شعبے انسٹی ٹیوٹ آف سوائل اینڈ انوائرمینٹل سائنسس (IES) کی جانب سے منعقد کیے گئے سیمنار میں ماہرین نے مٹی کی زرخیزی میں کمی پر قابو پانے اور پیدوار میں اضافے کے لیے کھاد کے متوازن استعمال پر زور دیا ہے۔ سیمینار کی صدارت کرتے ہوئے یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اقرار احمد خان کا کہنا تھا کہ کھاد کے غیر متوازن استعمال سے نا صرف زمین کی زرخیزی متاثر ہوتی ہے بلکہ ملکی معیشت کو اربوں روپے کا نقصان بھی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید اختر کا اس موقع پر کہنا تھا کہ کھاد کے متوازن استعمال کے لیے کسانوں میں آگاہی فراہم کرنا ملکی غذائی تحفظ میں معاون ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 19 اپریل، صفحہ 11)

24 اپریل: ایک خبر کے مطابق حکومت نے خریف کے موسم (18-2017) کے لیے مجموعی طور پر کھاد کی فروخت میں گذشتہ سال کے مقابلے 14.7 فیصد اضافے کا اندازہ لگایا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے مطابق خریف کے موسم میں گزشتہ سال 3.4 ملین ٹن فروخت کے مقابلے اس سال 3.9 ملین ٹن کھاد کی فروخت متوقع ہے۔ صرف ڈائی امونیم فاسفیٹ (DAP) کی فروخت گزشتہ سال کے مقابلے 29.9 فیصد اضافے کے بعد 0.9 ملین ٹن متوقع ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 اپریل، صفحہ 12)

زرعی مشینری

- ٹریکٹر

19 اپریل: پاکستان آٹوموٹیو مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (PAMA) نے حکومت سے ٹریکٹر کی تیاری میں استعمال ہونے والے پرزہ جات پر عائد درآمدی محصول ختم کرنے اور شرح محصول یعنی جنرل سیلز ٹیکس (GST) کم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایسوسی ایشن کے مطابق انجینئرنگ ڈیولپمنٹ بورڈ (EDB) نے ٹریکٹر کی تیاری کے لیے مقامی طور پر غیر دستیاب پرزہ جات کی بغیر محصول درآمد کی اجازت دی تھی لیکن 16-2015 میں حکومت نے اس پر ایک فیصد درآمدی محصول عائد کردیا، اس کے بعد سال 17-2016 میں مزید ایک فیصد کا اضافہ کردیا گیا جس کے بعد ٹریکٹر کی پیداواری لاگت بڑھ گئی ہے۔ اس وقت ٹریکٹر پر GST (جی ایس ٹی) کی شرح پانچ فیصد ہے لیکن اس کے ملکی اور درآمدی پرزہ جات پر جی ایس ٹی کی شرح 17 فیصد ہی ہے۔ محصولات میں کمی سے ٹریکٹر کی قیمت کم ہوگی اور ٹریکٹر چھوٹے اور درمیانے درجے کے کسانوں کی قوت خرید میں ہوگا۔

(ڈان، 20 اپریل، صفحہ 10)

زرتلافی

9 جنوری: وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق حکومت نے سال 17-2016 کے لیے کھاد پر دی جانے والی زرتلافی معطل کردی ہے۔ حکومت کی جانب سے بجٹ میں مختص کردہ 27 بلین روپے کی زرتلافی دی جاچکی ہے۔ زرتلافی کے خاتمے سے گندم اور دیگر فصلوں کی پیداوار پر کسی قسم کے اثرات مرتب نہیں ہونگے۔ پاکستان کسان اتحاد (PKI) کے صدر خالد محمود کھوکھر نے حکومتی فیصلہ کو کسان اور زراعت دشمن فیصلہ قرار دیا ہے۔ اس اقدام سے نا صرف پیداواری لاگت میں اضافہ ہوگا بلکہ کاشتکاروں کے نقصانات میں بھی اضافہ ہوگا۔ (ڈان، 10 جنوری، صفحہ 10)

11 جنوری: قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف خورشید احمد شاہ نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر کھاد پر زرتلافی ختم کرنے کا فیصلہ واپس نہیں لیا گیا تو پیپلز پارٹی ایوان کے اندر اور باہر احتجاج کا سلسلہ شروع کریگی۔

ایک طرف ملک میں زراعی شعبہ مسائل کا شکار ہے جبکہ دوسری طرف حکومت کھاد پر دی جانے والی زرتلافی ختم کررہی ہے۔ حکومت نے کسانوں کے لیے 2018 تک کے لیے امدادی پیکج کا اعلان کیا تھا اور اب وقت سے پہلے ہی اس پیکج کو ختم کردیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 جنوری، صفحہ 3)

12 جنوری: ایک خبر کے مطابق وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف کی جانب سے کھاد پر دی جانے والی زرتلافی کے خاتمے پر تحفظات کے اظہار کے بعد محکمہ زراعت پنجاب نے وفاقی حکومت سے باضابطہ طور پر پنجاب کے کسانوں کے لیے زرتلافی بحال کرنے کی درخواست کی ہے۔ وفاقی حکومت سے یہ درخواست کسان تنظیموں کی جانب سے خادم اعلی پر کی جانے والی تنقید کے بعد کیا گیا۔ (ڈان، 12 جنوری، صفحہ 2)

13 جنوری: کھاد پر زرتلافی ختم کرنے کے حکومتی فیصلے پر حزب اختلاف کی جماعتوں خصوصاً پیپلز پارٹی کے شدید ردعمل کے بعد حکومت نے کھاد پر زرتلافی ختم کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ ایوان وزیراعظم کے شعبہ ابلاغ کے جاری کردہ بیان کے مطابق وزیراعظم نے متعلقہ حکام کو کھاد کی رعایتی قیمت جاری رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 14 جنوری، صفحہ 1)

17 جنوری: ستمبر 2016 تا 14 جنوری 2017 کے دورانیے میں درآمد کنندگان کی جانب سے فروخت شدہ DAP (ڈی اے پی) پر زرتلافی کی مد میں حکومت پر واجب الادا رقم پانچ بلین روپے سے زیادہ ہوگئی ہے۔ کھاد درآمد کرنے والوں کی تنظیم فرٹیلائزر امپورٹرز کونسل (FIC) نے کہا ہے کہ بقایاجات (کی عدم ادائیگی) کے نتیجے میں وہ کھاد پر زرتلافی دینے کے حکومتی منصوبے میں مزید تعاون کرنے سے قاصر ہیں۔ کونسل نے حکومت سے ڈی اے پی کھاد پر زرتلافی درآمد کنندگان کے ذریعے دینے کے بجائے براہ راست کسانوں کو فراہم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کرنے پر زور دیا ہے۔ (ڈان، 18 جنوری، صفحہ 10)

27 جنوری: محکمہ زراعت پنجاب کی جانب سے کسانوں کو قرعہ اندازی کے ذریعے 50 فیصد زرتلافی پر زرعی

آلات فراہم کرنے کے 1.16 بلین روپے کے منصوبے کے تحت کامیاب کسان اپنے حصے کی رقم جمع کرانے کے باوجود زرعی مشینری کے تیار کنندگان اور تقسیم کاروں کی جانب سے آلات ملنے کے منتظر ہیں۔ محکمے کے متعلقہ شعبے کے افسر کا کہنا ہے کہ کچھ علاقوں میں زرعی آلات کی ترسیل میں تاخیر کی وجہ ان آلات میں پائے جانے والے نقائص ہیں۔ محکمہ ان آلات کی تیار کنندگان کمپنیوں پر پابندی عائد کرے گا جو مقررہ معیار کے مطابق زرعی آلات تیار کرنے میں ناکام ہیں۔ (ڈان، 28 جنوری، صفحہ 2)

16 فروری: وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے بجٹ 17-2016 میں اعلان کردہ 21 بلین روپے کی زرتلافی میں سے 6.5 بلین روپے جاری کردیئے ہیں۔ اس سے پہلے زرتلافی دینے کے منصوبے کے آغاز میں اتنی ہی رقم جاری کی گئی تھی۔ رقم کی ادائیگی میں تاخیر کی اہم وجہ وفاق کی جانب سے اپنائے گئے ادائیگی کے مشکل مراحل ہیں۔ کھاد کی فروخت کے عمل کو شفاف بنانے کے لیے کمپنیوں کی فراہم کردہ معلومات کی صوبوں سے تصدیق بھی لازمی ہے۔ (ڈان، 17 فروری، صفحہ 11)

22 فروری: سیکریٹری محکمہ خزانہ طارق باجوہ نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے مالیات کو آگاہ کیا ہے کہ حکومت آئندہ بجٹ میں کسانوں کو زرتلافی پیکج دینے پر غور کررہی ہے۔ تجارتی بینک آزادنہ طور پر زرعی شعبہ کو قرضہ فراہم کررہے ہیں۔ قومی اسمبلی میں زرعی قرضوں پر شرح سود میں کمی پر ہونیوالی بحث میں زرعی قرضوں پر بھی شرح سود کو صنعتی قرضوں پر عائد شرح سود کے برابر کرنے پر اتفاق کیا گیا تھا۔ طارق باجوہ کا مزید کہنا تھا کہ نیشنل بینک آف پاکستان (NBP) اور زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (ZTBL) پہلے ہی زرعی قرضوں پر شرح سود کم کرچکے ہیں۔ (ڈان، 23 فروری، صفحہ 10)

28 اپریل: وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے کھاد کی قیمتیں کم کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔ یوریا کی 50 کلو کی بوری پر 200 روپے قیمت کم کرنے کے لیے 950 ملین روپے کی زرتلافی فراہم کی جائے گی۔ قیمت میں کمی کا مقصد کھاد کے 235,000 ٹن کے سرکاری ذخیرے کو جلد فروخت کرنا ہے جس

کے معیار میں کمی اور انتہائی تاریخ استعمال قریب ہوتی جارہی ہے۔ (ڈان، 29 اپریل، صفحہ 10)

زرعی محصول

11 فروری: سپریم کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہے پنجاب حکومت نے انتظامی حکم (ایگزیکٹو آرڈر) کے ذریعے زرعی آمدنی پر محصول کی وصولی روک دی ہے۔ پنجاب حکومت کا یہ فیصلہ بظاہر بڑے زمینداروں اور سیاستدانوں کے دباؤ کا نتیجہ نظر آتا ہے اور محصولات کی وصولی کے دائرہ کار کو بڑھانے کے دعوی کے برعکس بھی ہے۔ زرعی آمدنی پر محصول کی مد میں صوبے کو اندازاً 200 بلین روپے کی آمدنی ہوسکتی ہے لیکن سال 16-2015 میں یہ آمدنی صرف 1.6 بلین روپے تھی۔ پنجاب حکومت کے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق حکومت دوطرح کے محصول وصول کرتی ہے۔ ایک زرعی زمین کی بنیاد پر اور دوسرا زرعی آمدنی کی بنیاد پر۔ زرعی زمین کی بنیاد پر محصول کی وصولی جاری رہے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 فروری، صفحہ 10)

12 فروری: وزیرخزانہ پنجاب ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا نے کہا ہے کہ پنجاب حکومت زمین کی بنیاد پر زرعی محصول کی وصولی جاری رکھے گی۔ تاہم مناسب نظام نہ ہونے کی وجہ سے 2001 کے ترمیمی بل پر عملدرآمد ممکن نہیں ہوسکتا جس کے تحت ضروری ہے کہ محصول زرعی زمین یا زرعی آمدنی دونوں میں سے جس کی شرح زیادہ ہو اس کے مطابق وصول کیا جائے۔ زرعی زمین کی بنیاد پر لیا جانے والا محصول بھی زرعی آمدنی پر محصول ہی ہے جس سے صوبائی حکومت دستبردار نہیں ہوئی ہے۔ محصول کی وصولی بڑھانے کے لیے طریقہ کار وضع کیا جارہا ہے۔ صوبائی حکومت آمدنی اور اخراجات کا درست تعین کرنے کے لیے اس سال کے آخر تک کمپیوٹرائزڈ نظام تشکیل دے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 13 فروری، صفحہ 18)

24 اپریل: وزیراعلی سندھ سید مراد علی شاہ نے کہا ہے کہ نجی شعبہ کی اکثر کمپنیاں اور نمایاں کاروباری شخصیات زرعی زمین کو بطور زریعہ آمدنی ظاہر کرتی ہیں لیکن ایک دھیلہ (زرعی آمدنی پر محصول) بھی سندھ کے بورڈ آف ریونیو (BoR) کو ادا نہیں کرتی ہیں۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) نے 500 ایسے بڑے صنعتکاروں،

تاجروں اور بڑی کمپنیوں کے ناموں پر مشتمل فہرست بھیجی ہے جنہوں نے محصول کھاتوں (ٹیکس ریٹرن) میں زرعی آمدنی ظاہر کی ہے۔ وزیراعلی نے چیف سیکریٹری سندھ رضوان میمن کو زرعی آمدنی پر محصولات ادا نہ کرنے والے ان افراد کے کیخلاف کارروائی کرنے اور زرعی محصولات کا اصلاحاتی بل کا مسودہ تیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ سندھ حکومت نے 500,000 روپے سے کم زرعی آمدنی حاصل کرنے والوں کو محصول سے مستثنی قرار دیا ہے اور اس سے زیادہ آمدنی پر محصول کے مختلف درجات مقرر کیے ہیں۔ (ڈان، 25 اپریل، صفحہ 19)

زرعی قرضے

2 فروری: ایک خبر کے مطابق قومی اسمبلی کے اجلاس میں زرعی شعبے سے تعلق رکھنے والے مسلم لیگ ن کے ارکان نے اپنی ہی حکومت پر کسانوں کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک روا رکھنے کا الزام عائد کیا ہے۔ ارکان نے حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ قرضوں پر شرح سود کے حوالے سے صنعتکاروں کو کسانوں پر ترجیح دی جارہی ہے۔ ZTBL (زیڈ ٹی بی ایل) قرضوں پر کسانوں سے 16 فیصد سود وصول کررہا ہے جبکہ بینک دولت پاکستان کی جانب سے شرح سود 5.57 فیصد مقرر ہے۔ بینک کسانوں سے 14 سے 16 فیصد سود کیسے وصول کرسکتے ہیں؟ ارکان کا مزید کہنا تھا صنعتکار بینکوں سے 6.5 فیصد سود پر قرض حاصل کرتے ہیں، یہی کارخانے دار اربوں روپے کے نادہندہ ہوتے ہیں لیکن غریب کسان کو ایک ملین روپے سے زیادہ قرض بھی نہیں دیا جاتا۔ (ڈان، 2 فروری، صفحہ 1)

3 فروری: گورنر بینک دولت پاکستان اشرف محمود وتھرا نے بینکوں پر زور دیا ہے کہ وہ زرعی شعبہ میں دیے جانے والے قرضوں پر شرح سود کو معقول بنائیں۔ ایگری کلچرل کریڈٹ ایڈوائزری کمیٹی (ACAC) کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے گورنر کا کہنا تھا کہ سال 2015-16 میں بینکوں نے 600 بلین روپے ہدف کے مقابلے 598.3 بلین روپے کے زرعی قرضے جاری کیے جو گزشتہ سال کے مقابلے 16 فیصد زیادہ ہے۔ (ڈان، 4 فروری، صفحہ 10)

6 فروری: ایک مضمون کے مطابق حکومت پنجاب کا کسان پیکج کے تحت ربیع اور خریف کی فصلوں کے لیے 600,000 چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو بلا سود قرض کی فراہمی کا منصوبہ مشکلات کا شکار ہے۔ سرکاری حکام جنہیں مستحق اور اہل کسانوں کی شناخت و اندراج کا ہدف دیا گیا تھا چار ماہ سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود ایک تہائی افراد کا اندراج کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کسانوں کی بڑی تعداد ربیع کی فصل کے لیے بلا سود قرضوں کے حصول سے محروم رہے گی۔ بظاہر اس ناکامی کی وجہ قرض کے حصول کے لیے عائد کی گئی سخت شرائط اور شناخت کا عمل ہے۔ شہباز شریف کی حکومت یہ دعوی کرتی ہے کہ کسانوں کو بلا سود قرض فراہم کیا جارہا ہے لیکن قرض کے ضوابط کے مطابق جو کسان مسلسل پانچ سال تک یہ قرض حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں تیسرے سال چار فیصد، چوتھے سال آٹھ فیصد اور پانچویں سال 12 فیصد سود ادا کرنا ہوگا۔ اس منصوبے کے تحت پنجاب حکومت کسانوں کو ربیع کی فصلوں کے لیے 25,000 روپے اور خریف کی فصلوں کے لیے 40,000 روپے فی ایکڑ قرض فراہم کررہی ہے۔ (فیصل علی گھمن، ڈان، 6 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

20 فروری: ایک مضمون کے مطابق پنجاب میں زور و شور سے شروع ہونے والا بلاسود قرض کی فراہمی کا منصوبہ سخت مشکلات میں نظر آتا ہے۔ 600,000 کسانوں کو 100 بلین روپے قرض فراہم کرنے کے مقررہ ہدف کے مقابلے اب تک صرف 2,200 (تین فیصد) کسانوں کو 2.75 بلین روپے قرض فراہم کیا گیا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 20 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

28 اپریل: وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ تاریخ میں پہلی بار چھوٹے کسانوں کو 100 بلین روپے بلاسود قرضے کی صورت فراہم کیے جائیں گے۔ 100 بلین روپے کا کسان پیکج زرعی شعبے پر مثبت اثرات مرتب کررہا ہے اور چھوٹے کسان مداخل پر دی جانے والی زرتلافی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومتی کاوشوں سے گندم کی فی ایکڑ پیداوار میں بھی بہتری آئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 29 اپریل، صفحہ 5)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

8 جنوری: انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (IFPRI) کی جاری کردہ ایک رپورٹ (Agriculture and the Rural Economy in Pakistan: Issues, Outlooks, and Policy Priorities) کے مطابق پاکستان میں زرعی پیداوار میں اضافے کا سلسلہ جاری ہے حالانکہ یہ اضافہ جدید تکنیکی تبدیلیوں کے بجائے غیر پائیدار روایتی طریقوں کے استعمال کے رجحان پر مبنی ہے۔ زرعی شعبہ کو اب بھی ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے لیکن ملک کی مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ کم ہوتا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ زرعی شعبے کی بنیاد پر معاشی بڑھوتری اور ترقی میں اضافے کی صلاحیت میں کمی ہوتی جارہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق زرعی شعبہ اپنی ممکنہ انتہائی پیداوار کے مقابلے کم پیداوار پر کاربند ہے۔ زراعت میں ٹیکنالوجی کا استعمال پایا جاتا ہے لیکن سبز انقلاب سے جڑے فوائد طویل عرصہ ہوا غائب ہوچکے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کسانوں کے لیے نئی زیادہ پیداوار کی حامل ٹیکنالوجی اور طریقے متعارف کرانے کے کوششوں کو کئی گنا بڑھانے کی ضرورت ہے۔ رپورٹ مزید کہتی ہے کہ زرعی شعبہ حکومتی عدم توجہ کا شکار رہا ہے اور حکومتی توجہ امدادی قیمت اور زرتلافی پر مرکوز ہے۔ (امین احمد، ڈان، 8 جنوری، صفحہ 10)

23 جنوری: ایک مضمون کے مطابق رواں مالی سال کے پہلے حصہ میں زرعی شعبے نے کچھ اہداف کا کامیابی سے پیچھا کیا ہے۔ تاہم زرعی شعبے کی 3.5 فیصد بڑھوتری کا ہدف حاصل کرنے کے لیے چند مزید مسائل پر قابو پانے کی ضرورت ہے جیسے کہ کپاس کے کاشتکاروں کا مکئی، گنا اور دیگر فصلوں کی کاشت کی طرف منتقل ہونا۔ اس سال گنے کی پیداوار اپنے مقررہ ہدف 67.5 ملین ٹن کے مقابلے میں 71 ملین ٹن دیکھی گئی ہے۔ چاول کے زیر کاشت رقبے میں کمی کی وجہ سے اس کا پیداواری ہدف حاصل کرنے میں ناکامی کا سامنا رہا ہے۔ زرعی شعبے کو مالی سال کے پہلے حصے میں کیڑوں کے حملے، ناکافی بارش، مہنگے زرعی مداخل جیسے مسائل کا سامنا رہا ہے۔ تاہم کھاد پر دی جانے والی زرتلافی اور قرضوں کی فراہمی نے زرعی شعبے کی بہتری میں اہم کردار ادا کیا ہے۔
(محی الدین عظیم، ڈان، 23 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

29 جنوری: ایک مضمون کے مطابق IFPRI (افپری) کی پاکستانی زراعت اور دیہی معیشت کے حوالے سے جاری کردہ رپورٹ میں تجاویز دی گئیں ہیں کہ پاکستان کے زرعی شعبے میں بہت زیادہ پیداواری صلاحیت ہے۔ زرعی تحقیق، اضافی پیداوار، فصلوں پر بیماریوں، جراثیم حملے اور قدرتی آفات سے تحفظ کے لیے زرعی شعبے میں قوت مدافعت پیدا کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری اور سرکاری پالیسی میں واضح اصلاحات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ بیج کے شعبے میں مناسب قواعد وضوابط اور پرکشش مراعات کے ذریعے نجی سرمایہ کاروں کی دلچسپی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ (امین احمد، ڈان، 29 جنوری، صفحہ 10)

6 فروری: ایوان صنعت وتجارت فیصل آباد (FCCI) کے نائب صدر احمد حسان نے زرعی اشیاء کی قدر میں اضافے (ویلیو ایڈیشن) کے فروغ اور چھوٹے کسانوں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے قرض فراہم کرنے کی پالیسیوں کو منافع بخش زراعت کے لیے انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ بنیادی طور پر پاکستان زرعی معیشت ہے اور کپاس، چاول، گنا، مکئی، دودھ، تازہ سبزی اور پھل پیدا کرنیوالے 10 بڑے ممالک کی فہرست میں شامل ہے۔ متنوع ماحولیاتی نظام کے باوجود ملک مذکورہ پیداوار کی قدر میں اضافہ کرنے میں بری طرح ناکام ہے جس سے چھوٹے کسانوں کی معاشی مشکلات اور شہروں کی جانب ہجرت میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 فروری، صفحہ 11)

23 فروری: سندھ گروورز الائنس (SGA) کے صدر نواب زبیر احمد تالپور نے ایک پریس کانفرنس میں حکومت سندھ سے صوبے کے مختلف علاقوں میں پانی کی شدید قلت کے خاتمہ کا پرزور مطالبہ کیا ہے۔ الائنس کے صدر نے حکومت سے گندم خریداری کے مراکز قائم کرنے، گندم اور کپاس کی امدادی قیمت بالترتیب 1,500 اور 4,000 روپے فی من مقرر کرنے، باردانے کی شفاف تقسیم اور ضلعی سطح پر باردانے کی تقسیم کے لیے کمیٹیوں کی تشکیل کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 24 فروری، صفحہ 19)

غذائی فصلیں

24 اپریل: ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں اجناس ذخیرہ کرنے کے لیے گوداموں میں کمی کی وجہ سے 15 سے 35 فیصد اجناس ضائع ہوجاتا ہے جس سے زرعی پیداوار پر اثر پڑتا ہے۔ کئی دہائیوں سے ذخیرہ اندوزی کی سہولیات سرکاری شعبوں کے پاس ہونے کی وجہ سے عوام کے پاس گندم ذخیرہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے ایک اعلی عہدیدار کے مطابق 2010 کے سیلاب کے بعد سرکاری اور نجی شعبے میں پیداوار کو ذخیرہ کرنے کے حوالے سے کام کو جانچنے کا موقع ملا اور اس وقت حالات 2010 کے مقابلے بہتر ہیں۔ اس وقت یہ نقصان 15 فیصد ہے جو 2010 میں 20 فیصد تھا۔ اس کے علاوہ پھلوں اور سبزیوں کے شعبے میں ہونے والا نقصان بھی 40 فیصد سے کم ہوکر 30 سے 35 فیصد رہ گیا ہے۔ گزشتہ چھ سالوں میں پاکستان ایگریکلچرل اسٹوریج اینڈ سروسس کارپوریشن (PASSCO) اور محکمہ خوراک نے گوداموں میں اضافے کے لیے کھربوں روپے خرچ کیے ہیں۔ سرکاری گوداموں کی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت کم اور اناج کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ صرف 16 ملین ٹن گندم ذخیرہ کرنی کی گنجائش ہے جبکہ ضرورت 24.3 ملین ٹن کی ہے۔ 4.4 ملین ٹن چاول ذخیرہ کرنے کی گنجائش کے مقابلے ضرورت 5.5 ملین ٹن کی ہے۔ اسی طرح مکئی کی گنجائش چار ملین ٹن، طلب پانچ ملین ٹن، آلو ذخیرہ کرنے کی گنجائش تین ملین ٹن جبکہ اس کی طلب 3.5 ملین ٹن ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 24 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- گندم

9 جنوری: ایک مضمون کے مطابق گندم کی مختلف اقسام پر بین الاقوامی اداروں کے تعاون سے کی جانے والی تحقیق سے گندم کی فی ہیکٹر پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ تاہم گندم کی مختلف اقسام کی بلاتعطل فراہمی اور مناسب قیمت کا تعین کرنے کے لیے مقامی منڈی کو تاحال مشکلات کا سامنا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے عہدیدار کا کہنا ہے کہ صوبوں کی جانب سے آٹا مل مالکان کو زرتلافی دینے سے قیمت کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہوگیا ہے۔ گذشتہ 10 سالوں میں گندم کی اوسط پیداوار میں 234 کلوگرام فی ہیکٹر اضافہ ہوا ہے۔ پچھلے دس سالوں میں گندم کی متعدد نئی اقسام تیار کی گئی ہیں جن میں سحر۔06، فرید۔06، سسی۔06، فیصل آباد۔08،

میراج۔08، لاثانی۔08 اور دیگر شامل ہیں۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 9 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

16 فروری: ایک خبر کے مطابق چین پاکستان میں گندم کی پیداوار میں اضافے کے لیے بھرپور معاونت جاری رکھے گا۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں کھاد اور زہریلی ادویات کے استعمال کے رجحان میں کمی کے حوالے سے چین کا جنگلات و زراعت کے علوم کا ادارہ (بیجنگ اکیڈمی آف ایگریکلچر اینڈ فارسٹری سائنسس) دوست کیڑوں کے ذریعے دشمن کیڑوں کے خاتمے کے طریقوں پر بھی کام کررہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 فروری، صفحہ 5)

31 مارچ: وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے 7.05 ملین ٹن گندم کی خریداری کے لیے 224 بلین روپے کی منظوری دے دی ہے، جس میں 130 بلین روپے پنجاب، 39 بلین روپے سندھ، 10 بلین روپے خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے لیے آٹھ بلین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ پنجاب کے لیے گندم کی خریداری کا ہدف 4.50 ملین ٹن، سندھ کے لیے 1.20 ملین ٹن، خیبر پختونخوا کے لیے 0.35 ملین ٹن جبکہ بلوچستان کے لیے 0.10 ملین ٹن مقرر کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 اپریل، صفحہ 1)

3 اپریل: ایک مضمون کے مطابق کسانوں کو سرکاری نرخ سے کم پر گندم فروخت کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ کراچی، حیدرآباد، لاہور، کوئٹہ پشاور سے آئے ہوئے تاجروں نے دادو اور جامشورو کے مختلف علاقوں میں عارضی کیمپ قائم کرلیے ہیں جو کسانوں سے گندم خرید کر افغانستان اور ملک کے دیگر حصوں کو ترسیل کررہے ہیں۔ سندھ آبادگار بورڈ کے صدر محمد عمر جمالی کے مطابق گندم کی خریداری کا عمل شروع ہوچکا ہے اور ضلع دادو کے مختلف علاقوں میں ہزاروں ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے لیکن محکمہ خوراک سندھ نے یہاں خریداری مراکز قائم نہیں کیے۔ باردانے کی فراہمی بدعنوانی کی نظر ہوگئی ہے اور 80 فیصد باردانہ من پسند افراد کو دیا جا رہا ہے۔ (قربان علی خوشک، ڈان، 3 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

11 اپریل: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی

غذائی تحفظ و تحقیق کو بتایا ہے کہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان حکومت نے PASSCO (پاسکو) سے گندم نہیں خریدی جس کی وجہ سے موجودہ ذخائر کو ختم کرنے میں دشواری کا سامنا ہے۔ قانون کے مطابق صوبے پاسکو سے گندم کی خریداری کے پابند ہیں لیکن مسلسل گزارشات کے باوجود دونوں صوبائی حکومتوں نے پاسکو سے گندم نہیں خریدا۔ قائمہ کمیٹی نے چیف سیکریٹری خیبر پختونخوا اور بلوچستان کو اس حوالے سے اگلے اجلاس میں موقف پیش کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 اپریل، صفحہ 3)

17 اپریل: پنجاب حکومت نے صوبے میں 15 اپریل سے گندم کی خریداری مہم شروع کردی ہے۔ حکومت پنجاب اس مہم کے دوران 130 بلین روپے کی لاگت سے چار ملین ٹن گندم خریدے گی۔ مہم کو کسی بھی بے قائدگی سے بچانے کے لیے ضلعی انتظامیہ کو بھی گندم خریداری مہم میں شامل کیا گیا ہے۔ پنجاب حکومت 19.50 ملین ٹن گندم کے پیداواری ہدف کے حصول کے لیے پرامید ہے تاہم صوبے کے بارانی علاقوں میں خشک سالی کی وجہ سے پیداوار میں 25 فیصد کمی ہوئی ہے۔اس کے علاوہ پاسکو بھی 900,000 ٹن گندم خریدے گا۔ (احمد فراز خان، ڈان، 17 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

17 اپریل: ایک مضمون میں ملک میں گندم کی پیداوار اور کھپت کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ سرکاری اندازوں کے مطابق سال 2016-17 میں 9.1 ملین ہیکٹر زمین پر 26.1 ملین ٹن گندم کی پیداوار ہوگی جبکہ سالانہ گندم کی کھپت 24.5 ملین ٹن ہے اور 1.6 ملین ٹن گندم ضرورت سے زائد ہے۔ موجودہ گندم کا ذخیرہ پانچ ملین ٹن ہے جس میں 1.6 ملین ٹن اضافہ کے بعد گندم کے ذخائر 6.6 ملین ٹن ہوجائیں گے جس کی مالیت 250 بلین روپے بنتی ہے۔ گندم کا حصہ مجموعی قومی پیداوار میں دو فیصد ہے۔ گندم کی 50 فیصد کھپت دیہات میں ہے جہاں یہ کاشت ہوتی ہے۔ 25 سے 30 فیصد حکومت خریدتی ہے اور 25 سے 30 فیصد گندم نجی شعبہ خریدتا ہے۔ پاکستان اس حوالے سے خود کفیل ہے لیکن پھر بھی غذائی کمی کا شکار ملک ہے۔حکومت نے گندم کی فی من قیمت 1,300 روپے مقرر کی ہے جو 360 ڈالر فی ٹن بنتی ہے جبکہ عالمی منڈی میں قیمت 181 سے 193 ڈالر فی ٹن ہے۔ صارفین اس وقت عالمی منڈی سے دگنی قیمت دے کر پاکستان میں گندم خرید رہے

ہیں۔ (محمد اشرف، ڈان، 17 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

21 اپریل: وزیر خوراک سندھ نثار احمد کھوڑو نے وقفہ سوالات کے دوران سندھ اسمبلی کے ارکان کی جانب سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے کہا کہ 2011 کے سیلاب اور بارشوں کی وجہ سے گندم کی 181,080 بوریاں ضائع ہوگئی تھیں۔ سب سے زیادہ گندم گھوٹکی میں 55,000 بوریاں اور قمبر شہداد کوٹ میں 49,000 بوریاں ضائع ہوئی۔ خراب گندم کو تلف کرنے کے لیے کھلی بولی طلب کی گئی جس کی فروخت سے 296 ملین روپے حاصل ہوئے۔ ایک اور سوال کے جواب میں وزیر خوراک کا کہنا تھا کہ حکومت عموماً 1.2 ملین ٹن گندم کسانوں سے خریدتی ہے لیکن حکومت کے پاس صرف 700,000 ٹن گندم ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے جبکہ 500,000 ٹن گندم نجی گوداموں میں ذخیرہ کی جاتی ہے۔ (ڈان، 22 اپریل، صفحہ 19)

- دالیں

21 اپریل: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت دالوں کی پیداوار میں اضافے کے لیے حکمت عملی مرتب کررہی ہے جس کے تحت دالوں کے کاشتکاروں کو دو بلین روپے لاگت سے مراعات فراہم کی جائیں گی اور دالوں کے بیج کی متعدد اقسام تیار کی جائیں گی۔ دالوں کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے ملک میں چاول، گنا، آلو اور دیگر فصلوں کی کاشت میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ (ڈان، 22 اپریل، صفحہ 10)

پھل سبزی

12 مارچ: محکمہ زراعت پنجاب کے زرائع کے مطابق پنجاب حکومت نے صارفین کو مناسب قیمت میں تازہ سبزیاں فراہم کرنے کے لیے سبزیوں کی پیداوار میں اضافے کا منصوبہ شروع کرنے لیے ضروری اقدامات کرلیے ہیں۔ منصوبے کے تحت سبزیوں کی فروخت کے موجودہ نظام کو بہتر بنایا جائے گا اور عالمی معیار کے مطابق ان کی پیکنگ اور درجہ بندی کو ممکن بنایا جائے گا۔ منصوبے سے کاشتکار اور آڑھتی بہتر آمدنی حاصل

کرسکیں گے جس سے ان کی معاشی حالت میں بہتری آئے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 13 مارچ، صفحہ 5)

- آم

3 جنوری: محکمہ زراعت پنجاب اور پھلوں کا رس تیار کرنے والی بین الاقوامی کمپنی نیسلے نے چونسا آم کی پیداوار کے حوالے سے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ معاہدے کے تحت کمپنی آم پر تحقیق کرنے والے ادارے مینگو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ملتان کے ساتھ تحقیقی شراکت کرے گا۔ کمپنی آم کی پیداوار اور اس کا معیار بہتر بنانے کے لیے تکنیکی مدد بھی فراہم کرے گی۔ جدید تحقیق کے ذریعے ایسے پیداواری طریقے متعارف کروائے جائیں گے جس سے کاشتکار بہتر طریقے اپناتے ہوئے جدید تکنیک سے پیداوار حاصل کرسکیں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 جنوری، صفحہ 13)

- اسٹرابری

13 فروری: سکھر اور خیر پور کے دریائی علاقوں میں پچھلے کچھ سالوں سے اسٹرابری کی مستحکم بنیادوں پر کاشت جاری ہے۔ کسان اسٹرابری کی پیداوار سے مطمئن ہیں تاہم منڈی میں اس کی قیمت توقع سے کم ہونے کی شکایت پائی جاتی ہے۔ سندھ میں ایک دہائی پہلے اسٹرابری کی کاشت کا آغاز ہوا تھا اور عام طور پر چھوٹے کسان اسکی کاشت سے جڑے ہیں۔ اسٹرابری کی کاشت اکتوبر کے وسط میں شروع کی جاتی ہے اور جنوری تک پھل تیار ہوجاتا ہے۔ محکمہ زراعت سندھ کے مطابق سال 2013-14 میں اسٹرابری کا زیر کاشت رقبہ 236 ہیکٹر تھا جس سے 767 ٹن پیداوار ہوئی تھی۔ کسان کو 500 گرام اسٹرابری کے ڈبے کے 110 سے 120 روپے ملتے ہیں جبکہ اس کی خوردہ قیمت 150 سے 160 روپے فی ڈبہ ہے۔ اسٹرابری کاشت کرنے والے کسانوں کا کہنا ہے کہ وہ اس کی پیداوار میں کسی بھی قسم کی دوا یا زہر استعمال نہیں کرتے ہیں۔ (محمد حسین خان، ڈان، 13 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

نقد آور فصلیں

- کپاس

6 جنوری: ایک خبر کے مطابق حکومت پنجاب نے صوبے بھر میں وقت سے پہلے کپاس کی بوائی پر دفعہ 144 کے تحت پابندی عائد کردی ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان کا کہنا ہے کہ 15 اپریل سے پہلے کپاس کی بوائی کرنے والوں کے خلاف سخت قانونی کاروائی کے ساتھ ان کی فصل کو بھی تباہ کیا جائے گا۔ حکام کے مطابق وقت سے پہلے بوائی سے کپاس پر مختلف کیڑوں اور بیماریاں کا حملہ ہوتا ہے جس سے کپاس کی پیداوار متاثر ہوتی ہے۔ کپاس کی مناسب اور اچھی پیداوار کے حصول کے لیے یہ قدم اٹھایا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 جنوری، صفحہ 8)

12 جنوری: قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے غذائی تحفظ کو بھیجی گئی سفارشات میں وزارت صنعت و ٹیکسٹائل نے کہا ہے کہ صوبے کپاس کے پیداواری علاقے میں شوگر ملز قائم کرنے کی اجازت دینے کا سلسلہ روک دیں جس کی وجہ سے کپاس کی کاشت میں کمی واقع ہورہی ہے۔ شوگر ملوں کی تعداد میں اضافے سے کپاس پیدا کرنے والے علاقوں میں کپاس کے زیر کاشت رقبے میں 26 فیصد کمی ہوئی ہے اور صرف پنجاب میں گنے کی کاشت میں 27 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 جنوری، صفحہ 11)

2 فروری: ایک خبر کے مطابق کپاس کی پیداوار میں اضافے اور معیار کو بہتر بنانے کے لیے پاکستان سینٹرل کاٹن کمیٹی (PCCC) نے پنجاب میں شراکت داروں سے مشاورت شروع کردی ہے۔ اس حوالے سے ایک اجلاس ملتان میں CCRI (سی سی آر آئی) ڈائریکٹر ڈاکٹر زاہد محمود کی صدارت میں ہوا جس میں کسان، جنرز، بیج اور ادویات بنانے والی کمپنیوں کے نمائندوں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ کپاس کی کاشت میں کسانوں کی دلچسپی بڑھانے کے لیے بوائی سے قبل کپاس کی امدادی قیمت کا اعلان کیا جائے۔ اس کے علاوہ جعلی بیج، ادویات اور کھاد فروخت کرنے والی کمپنیوں کیخلاف کارروائی کی جائے اور کسانوں کو کیڑوں کے حملہ اور موسمی صورتحال سے متعلق فراہم کی جانیوالی رہنمائی کے نظام کو بھی بہتر بنایا جائے۔ مشاورت کا یہ عمل وزارت

ٹیکسٹائل کی ہدایت پر شروع کیا گیا ہے۔ PCCC (پی سی سی) پنجاب، خیبر پختونخوا، سندھ اور بلوچستان کی کمیٹیوں سے مشاورت کے بعد اپنی سفارشات وزارت ٹیکسٹائل کو پیش کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 فروری، صفحہ 11)

12 فروری: ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق کپاس پر سنڈی کے حملے سے بچاؤ کے لیے چلائی جانے والی مہم کے دوران گلابی سنڈی سے متاثرہ تقریبا 500 سے زائد پودوں کو تلف کردیا گیا ہے۔ اس مہم کا مقصد آنے والے موسم میں کپاس کو مختلف بیماریوں کے حملوں سے بچانا ہے۔ مہم میں طلباء، کاروبار سے منسلک تاجروں، زرعی ادارے کے ملازمین اور کسانوں نے حصہ لیا۔ ترجمان کا کہنا تھا کہ ادارے کی جانب سے جاری کی گئی ہدایات نہایت موثر ہیں، کاشتکاروں کو ان ہدایات سے رہنمائی لینی چاہئے تاکہ ان کی فصلیں اچھی اور پیداواری لاگت میں کمی ہو۔ (بزنس ریکارڈر، 13 فروری، صفحہ 2)

27 فروری: ایک خبر کے مطابق محکمہ زراعت پنجاب کے عملے نے ساہیوال میں 30 ایکڑ زمین پر وقت سے پہلے کاشت کی گئی کپاس کی فصل کو تلف کر دیا۔ حکومت نے کپاس کی فصل پر بیماریوں کے حملے سے بچاؤ کے لیے 15 اپریل سے پہلے اس کی کاشت پر پابندی لگائی تھی۔ صوبے میں اس حوالے سے دفعہ 144 نافذ ہے اور وقت سے پہلے کپاس کاشت کرنے والوں کے خلاف کاروائی تیز کردی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 فروری، صفحہ 12)

2 مارچ: ایک خبر کے مطابق عالمی منڈی میں کپاس کی قیمت میں اضافے کی وجہ سے مقامی منڈیوں میں بھی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ کراچی کاٹن ایسوسی ایشن (KCA) نے کپاس (درجہ سوئم) کی فی من قیمت میں 50 روپے کا اضافہ کر دیا ہے جس کے بعد قیمت 6,700 روپے فی من ہوگئی ہے۔ سندھ میں رواں موسم (2016-17) میں اس وقت تک تقریبا تمام پھٹی فروخت ہوچکی ہوتی ہے جبکہ پنجاب میں اس کی قیمت بھی فی من 3,400 سے 3,750 روپے ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 مارچ، صفحہ 20)

3 مارچ: قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے صنعت و ٹیکسٹائل نے حکومت سے نئی شوگر ملوں کے قیام، خصوصاً کپاس کے پیداواری علاقوں میں، پابندی کی سفارش کی ہے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی کی ایک اہم وجہ گنے کے زیر کاشت رقبے کا بڑھ جانا ہے۔ ملک میں 3.2 ملین ہیکٹر رقبے پر کپاس کی کاشت متوقع ہے جس میں سے 72 فیصد پنجاب، 27 فیصد سندھ اور ایک فیصد خیبر پختونخوا میں کاشت کی جائے گی۔ (ڈان، 4 مارچ، صفحہ 3)

4 مارچ: ایک خبر کے مطابق ملک میں کپاس کی پیداوار مقررہ ہدف کے مقابلے 25 فیصد کم ہوئی ہے۔ سال 2016-17 میں 14.1 ملین گانٹھوں کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا گیا تھا۔ اب تک صرف 10.5 ملین گانٹھوں کی پیداوار ریکارڈ کی گئی ہے جو مارچ کے آخر تک 10.6 ملین گانٹھوں تک جاسکتی ہے۔ ملک میں سال 2015-16 میں کپاس کی پیداوار میں 30 فیصد کمی ہوئی تھی۔ (بزنس رکارڈر، 5 مارچ، صفحہ 1)

13 مارچ: ایک مضمون کے مطابق رواں سال بھی کپاس کی پیداوار میں 25 فیصد کمی ہوئی ہے۔ سرکاری اعدادوشمار کے مطابق پنجاب میں کپاس کے زیر کاشت رقبے میں 20.82 فیصد کمی ہوئی ہے۔ کپاس کی پیداوار میں ہونے والی کمی کی وجہ سے مکئی، گنا اور چاول کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ (احمد فراز خان، 13 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

27 مارچ: پنجاب میں کپاس کے زیر کاشت رقبے میں ہر سال کمی ہوتی جارہی ہے اور حال ہی میں ہونے والی یہ کمی 20 فیصد ہے جبکہ سندھ میں کپاس کی کاشت میں اضافہ ہورہا ہے۔ پنجاب میں کپاس کی جگہ گنا کاشت کیا جارہا ہے۔ مقامی منڈی میں بوائی کے وقت کپاس کی قیمت میں کمی بھی گنے کی کاشت میں اضافے کا سبب بن رہی ہے۔ چیئرمین PCGA (پی سی جی اے) ڈاکٹر جیسومل کا کہنا ہے کہ حکومت کی جانب سے چینی کی صنعت کو مدد اور مراعات فراہم کرنا بھی گنے کی کاشت میں اضافے کا سبب ہے۔ کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں گنے کی کاشت پر پابندی ہے لیکن اس کے باوجود کاشت جارہی ہے۔ حکومت پنجاب نے

کپاس کو گلابی سنڈی کے حملے سے بچانے کے لیے 15 اپریل سے پہلے اس کی کاشت پر پابندی لگائی ہے۔ خبروں کے مطابق اس پابندی کی وجہ سے بھی کاشتکار کپاس کی بجائے دوسرے فصلوں کی کاشت کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 28 مارچ، صفحہ 2)

3 اپریل: ملک میں اب تک کی کپاس کی پیداوار 10.725 ملین گانٹھیں ہے جو پچھلے سال کے مقابلے میں 9.87 فیصد زیادہ ہے۔ تاہم پیداوار اب بھی سال 15-2014 کی پیداوار کے مقابلے بہت کم ہے جو ریکارڈ 14 سے 15 ملین گانٹھوں تک پہنچ گئی تھی۔ پچھلے دو سالوں سے پنجاب میں کپاس کی پیداوار کم ہوتی جارہی ہے جبکہ سندھ میں کپاس کی پیداوار بہتر ہے جس میں پچھلے سال کے مقابلے 0.56 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 4 اپریل، صفحہ 10)

3 اپریل: ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق صوبے میں کپاس کی کاشت پر عائد پابندی ہٹالی گئی ہے۔ پنجاب حکومت نے کپاس کی مختلف بیماریوں سے بچاؤ کی غرض سے 15 اپریل سے پہلے کپاس کاشت کرنے پر پابندی عائد کی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 اپریل، صفحہ 5)

3 اپریل: کپاس کمشنر ڈاکٹر خالد عبداللہ کے مطابق کپاس کی مقامی ضروریات پوری کرنے اور برآمدی ہدف حاصل کرنے کے لیے سال 18-2017 میں ملک بھر میں 3.118 ملین ہیکٹر زمین پر کپاس کی 14.40 ملین گانٹھوں کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ پنجاب میں 2.429 ملین ہیکٹر، سندھ میں 0.650 ملین ہیکٹر، بلوچستان میں 0.038 ملین ہیکٹر جبکہ خیبر پختونخوا میں 0.001 ملین ہیکٹر رقبے پر کپاس کاشت کی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 اپریل، صفحہ 11)

28 اپریل: پنجاب حکومت کے ترجمان کے مطابق حکومت نے چھ ملین ایکڑ رقبے پر کپاس کی 10 ملین گانٹھوں کا پیداواری ہدف مقرر کیا ہے۔ حکومت اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے تمام ضروری وسائل بروئے کار لائے

گی۔ (بزنس ریکارڈر، 29 اپریل، صفحہ 9)

- گنا

25 جنوری: پنجاب کے گنا کمشنر وقاص عالم نے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کہا ہے کہ گنے کے کاشتکاروں کے حقوق کا ہر قیمت پر تحفظ یقینی بنایا جائیگا اور کسی قسم کا استحصال برداشت نہیں کیا جائیگا۔ کمشنر نے شوگر ملوں کو مقررہ وقت پر کسانوں کو رقم کی ادائیگی یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے، بصورت دیگر نادہندگان کیخلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ کمشنر نے گنے کے وزن میں غیر منصفانہ کٹوتی کا نوٹس لیتے ہوئے نگراں عملہ مقرر کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 26 جنوری، صفحہ 8)

6 فروری: ایک مضمون کے مطابق زیریں سندھ میں گنے کے زیر کاشت رقبے اور پیداوار میں کمی کی وجہ سے گنے کی قیمت 200 روپے فی من سے بھی بڑھ گئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق کچھ سالوں کے دوران گنے کے بعض علاقوں بدین، ٹنڈو محمد خان اور ٹھٹھہ میں کرشنگ اور قیمت کے تعین میں تاخیر کی وجہ سے گنے کی کاشت میں کمی واقعہ ہوئی ہے جس کی وجہ سے مل مالکان اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بالائی سندھ سے بھی گنا خرید رہے ہیں۔ محکمہ زراعت سندھ کے ابتدائی اندازوں کے مطابق اکتوبر تا نومبر 2016 تک 320,000 ہیکٹر رقبے پر گنا کاشت کیا گیا۔ سندھ آباد بورڈ کے نائب صدر محمود نواز شاہ کا کہنا ہے کہ گھوٹکی میں سال 2013,14,15 میں کپاس کی نامناسب قیمتوں کی وجہ سے گنے کی کاشت میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 6 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- چاول

24 اپریل: ایک مضمون کے مطابق چاول (باسمتی) کی قیمت میں ایک سال میں تقریباً 50 فیصد اضافہ ہوا ہے جس کے بعد قیمت فی من 1,500 سے بڑھ کر 2,200 روپے فی من پر آ گئی ہے اور قیمت میں اضافہ ابھی جاری ہے۔ چاول کی پیداواری لاگت میں بھی حکومت کی جانب سے دی جانے والی زرتلافی کی وجہ سے کمی آئی

ہے جس سے کاشتکاروں کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) کے مطابق چاول کی قیمتوں میں اضافے کی دو اہم وجوہات ہیں۔ ایک ایرانی منڈی کا کھلنا اور دوسری وجہ بوائی کے طریقوں میں تبدیلی۔ (احمد فراز خان، ڈان، 24 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- مکئی

9 جنوری: ایک مضمون کے مطابق زرعی شعبے میں گزشتہ سال منفی بڑھوتری اور پیداوار کی گرتی ہوئی قیمتوں کے بعد یہ سال زراعت کی بحالی کیلیے خصوصا پنجاب میں بہتر ثابت ہوا ہے۔ تقریبا تمام اہم فصلوں کی اضافی پیداوار کے باوجود قیمتوں میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ مکئی کی ریکارڈ پیداوار کے بعد قیمت کم ہونے کا خطرہ تھا لیکن گذشتہ سال 2015 کی قیمت 550 روپے فی من کے مقابلے اس سال قیمت 800 سے 1,000 روپے فی من تک دیکھی گئی۔ تقریبا یہ ہی رجحان تمام فصلوں کی قیمت میں دیکھا گیا ہے۔ پیداواری عمل میں بہتری میں کھاد کی کم قیمتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 9 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

اشیاء

- آٹا

24 مارچ: پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA) پنجاب کے چیئرمین ریاض اللہ خان نے صوبائی محکمہ خوراک سے آٹا ملوں کو فوری طور غیر معیاری گندم کی فراہمی روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایسوسی ایشن کا کہنا ہے کہ گوداموں میں پڑا کئی سال پرانا گندم فراہم کیا جا رہا ہے جو نا صرف انسانوں بلکہ جانوروں کے لیے بھی مضر ہے، اس لیے حکومت اس گندم کو تلف کردے۔ محکمہ خوراک کے پاس اب بھی 2.5 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔

(بزنس ریکارڈر، 25 مارچ، صفحہ 9)

- چینی

5 جنوری: ملک میں موجود چینی کی وافر مقدار کے باوجود چینی کی قیمت میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ چینی کی

قیمت جو نومبر میں 57 روپے فی کلو تھی بڑھ کر 62 روپے فی کلو ہوگئی ہے۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی جانب سے دسمبر میں چینی برآمد کرنے کی اجازت دینے سے چینی کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 6 جنوری، صفحہ 10)

10 جنوری: ایک خبر کے مطابق چینی کی مسلسل بڑھتی ہوئی قیمت سے طاقتور شوگر مل مالکان نے اربوں روپے کا اضافی منافع کمایا ہے جبکہ گنے کی قیمت پچھلے تین سال سے مستحکم ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کی جانب سے چینی کی برآمد پر دی جانے والی 10 بلین روپے کی زرتلافی سے بھی مل مالکان نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ وزیراعظم کی جانب سے قیمت کی جانچ کے لیے بنائی جانے والی کمیٹی کے مطابق دسمبر 2016 میں بین الاقوامی منڈی میں چینی کی قیمت 597 ڈالر فی ٹن سے کم ہوکر 490 ڈالر فی ٹن ہوگئی تھی۔ مقامی منڈی میں چینی کی قیمت میں اضافے کی ایک وجہ چینی برآمد کرنے کی اجازت دینا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 جنوری، صفحہ 11)

9 فروری: سپریم کورٹ نے لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ آنے تک حکمران شریف خاندان کی تین شوگر ملوں میں گنے کی کرشنگ روک دی ہے۔ سپریم کورٹ میں جے ڈی ڈبلیو شوگر مل کی جانب سے درخواست دائر کی گئی تھی کہ شریف خاندان اپنی شوگر ملیں ضلع رحیم یار خان منتقل کررہا ہے۔ پنجاب حکومت نے دسمبر 2006 میں نئی ملوں کے قیام، پرانی ملوں کی پیداواری صلاحیت میں اضافے اور شوگر مل کو منتقل کرنے پر پابندی عائد کی تھی۔ شریف خاندان کے وکیل نے عدالت میں کہا کہ 2015 میں وزیر اعلی پنجاب کی جانب سے قائم کردہ کمیٹی نے 2006 کے جاری کردہ اعلامیہ میں ترمیم کرتے ہوئے شوگر ملوں کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ (ڈان، 10 فروری، صفحہ 1)

18 فروری: پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن (PSMA) نے یوٹیلٹی اسٹورز کارپوریشن (USC) پر الزام عائد کیا ہے کہ ادارہ اس وقت چینی نہیں خریدتا جس وقت چینی کی قیمت کم ہوتی ہے۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں USC (یو ایس سی) کی جانب سے مہنگی چینی کی خریداراری کا معاملہ اٹھایا گیا ہے۔ ادارے کے مینجنگ

ڈائریکٹر نے کمیٹی کو بتایا کہ یو ایس سی نے ملوں سے 73 روپے فی کلوگرام چینی خرید کر 65 روپے فی کلوگرام فروخت کی ہے، جس پر کمیٹی نے چینی کی خریداری کے معاملے کی خصوصی جانچ کرنے کو کہا ہے۔ PSMA (پی ایس ایم اے) ترجمان نے اپنے ردعمل میں مزید کہا ہے کہ ادارے میں جانچ کا کوئی خاص طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ ادارے کو چینی اس وقت خریدنی چاہیے جب اس کی قیمت کم ہو خصوصا گنے کی کرشنگ کے دوران۔ چینی کی صنعت کی ذمہ داری نہیں کہ وہ یو ایس سی کے کھاتوں پر نظر رکھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 فروری، صفحہ 11)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

13 جنوری: چیئرپرسن سندھ بورڈ آف انویسٹمنٹ (SBI) اور سندھ انٹرپرائز ڈیولپمنٹ فنڈ (SEDF) ناہید میمن کے مطابق مال مویشی، ڈیری، ماہی گیری اور زراعت سے متعلق چھٹی نمائش اور سیمینار سندھ زرعی یونیورسٹی (SAU) ٹنڈوجام میں 21 اور 22 جنوری کو منعقد ہوگا جس میں 60 سے زیادہ کمپنیاں شرکت کریں گی۔ نمائش میں ملکی اور غیرملکی سرمایہ کار کمپنیوں اور زرعی ماہرین کی شرکت متوقع ہے۔ ڈیری اور مال مویشی شعبے کے حوالے سے ناہید میمن کا کہنا تھا کہ پاکستان دودھ پیدا کرنے والا دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے جہاں سالانہ 38.69 بلین لیٹر دودھ کی پیداوار ہوتی ہے۔ ملک بھر میں مویشیوں کی کل تعداد میں سے 28 فیصد بھینسیں، 27 فیصد گائیں، 24 فیصد بھیڑیں، 28 فیصد اونٹ اور 40 فیصد مرغیاں سندھ میں پائی جاتی ہیں۔ مال مویشی شعبے میں سرمایاکاری کے لیے سندھ انتہائی منافع بخش مقام ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 جنوری، صفحہ 11)

مال مویشی

31 دسمبر: مال مویشی اور ڈیری شعبے کے ترقیاتی ادارے پنجاب لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ (PLDDB) کی 2016 کی جاری کردہ سالانہ رپورٹ کے مطابق ادارے نے چھوٹے کسانوں کے لیے 60 کلوگرام خمیری چارے کی گانٹھیں (سائلج) فراہم کرنے کے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ پی ایل ڈی ڈی بی نے جنوبی پنجاب میں سائلج کے فروغ اور منڈی میں اس کی فروخت میں اضافے کے لیے اینگروفوڈز سمیت دیگر

اداروں سے معاہدے بھی کیے ہیں۔ اس کے علاوہ بورڈ نے خزرآباد میں قائم اپنے تجرباتی مرکز میں معیاری سمن (تولیدی مادے) کی پیداوار کے لیے امپیریل کیمیکل انڈسٹریز (ICI) کے ساتھ جینیاتی وسائل کی بہتری کے لیے کام کرنے والے مرکز جینٹک امپرووومنٹ سینٹر کے قیام کے لیے بھی ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ (ڈان، 1 جنوری، صفحہ 2)

10 جنوری: PLDDB (پی ایل ڈی ڈی بی) کی قائم مقام سربراہ سائرہ افتخار کے مطابق ادارے نے ایک نجی موبائل کمپنی کی شراکت سے کسانوں کو درپیش مسائل کے حل کے لیے مربوط سہولت مراکز (ون ونڈو آپریشنل سینٹرز) قائم کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ ان مراکز میں کسانوں کو ماہی گیری، مال مویشی اور ڈیری شعبے سے متعلق آگاہی و رہنمائی فراہم کی جائے گی۔ اس کے علاوہ ادارہ خودکار مشینوں کے ذریعے شہریوں کو معیاری دودھ کی ترسیل کے منصوبے کا بھی آغاز کرے گا۔ چارے کی کمی کے موسم میں اس کی طلب و رسد کے فرق کو ختم کرکے ادارہ دودھ اور گوشت کی پیداوار میں اضافے کے لیے پرعزم ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 جنوری، صفحہ 11)

26 جنوری: سندھ اسمبلی میں دوران اجلاس صوبائی وزیر برائے محکمہ مال مویشی و ماہی گیری محمد علی مالکانی نے انکشاف کیا ہے کہ روہڑی میں بھیڑوں کی افزائش اور تحقیق کے لیے فارم کی تعمیر کے لیے مختص کی گئی 93 ایکڑ زمین میں سے 30 ایکڑ زمین محکمہ ریونیو نے بے نظیر بھٹو ٹاون کو دے دی ہے۔ 2005 سے 2009 کے دوران کوکانسل کی بھیڑوں کی افزائش کے لیے منظور کیے گئے 53 ملین میں سے 46.5 ملین روپے خرچ کیے جا چکے ہیں لیکن تعمیراتی کام اب تک مکمل نہ ہونے کی وجہ سے منصوبہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔ ایک سوال کے جواب میں صوبائی وزیر کا کہنا تھا کہ بھیڑوں کی افزائش لاڑکانہ، جیکب آباد اور دادو سمیت دیگر اضلاع میں کامیابی سے جاری ہے۔ (ڈان، 27 جنوری، صفحہ 17)

20 فروری: ایک مضمون کے مطابق پی ایل ڈی ڈی بی خمیری چارے (سائلج) کے پیداواری منصوبے کو مزید

دو اضلاع میں بڑھانے پر غور کررہا ہے۔ یہ منصوبہ اس وقت چار اضلاع میں جاری ہے۔ اس منصوبے کا مقصد روایتی سبز چارے کی جگہ خمیری چارے کو فروغ دینا ہے۔ روایتی سبز چارے کی پیداوار میں کمی کا سامنا رہتا ہے اور یہ کمی دودھ کی پیداوار میں کمی کا سبب بنتی ہے۔ پنجاب کو اس وقت 75 فیصد چارے کی کمی کا سامنا ہے جس کی وجہ سے مویشی غذائی کمی کا شکار ہیں۔ سرکاری اعدادوشمار کے مطابق صوبے بھر میں چارے کی 200 ملین ٹن طلب کے مقابلے میں صرف 51 ملین ٹن پیداوار ہورہی ہے۔ پنجاب کا کل زیر کاشت رقبہ 22.6 ملین ہیکٹر ہے جس میں سے 13 فیصد پر چارے کی پیداوار ہوتی ہے۔ پنجاب حکومت نے حال ہی میں خمیری چارے کی پیداوار کے منصوبے کو بڑھانے کے لیے 300 ملین روپے مختص کیے ہیں۔ اب تک بورڈ نے 50,000 ٹن خمیری چارے کی پیداوار کی ہے جس سے دودھ کی پیداوار میں 30 فیصد اضافہ ہوگا۔ (فیصل علی گھمن، ڈان، 20 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 فروری: کرم ایجنسی، فاٹا سے تعلق رکھنے والے رکن قومی اسمبلی ساجد حسین طوری نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کرم ایجنسی کے پولیٹکل ایجنٹ اکرام اللہ خان پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ مال مویشی برآمد کرنے کے اجازت نامے (لائسنس) غیر قانونی طور پر فروخت کررہے ہیں۔ ایک اجازت نامے کی قیمت پانچ سے 10 ہزار روپے ہے جبکہ پولیٹیکل ایجنٹ 50 ہزار سے 160,000 روپے میں فروخت کررہا ہے جو بدعنوانی کی ایک کھلی مثال ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ نے اب تک 19,500 اجازت نامے فروخت کرکے اربوں روپے کمائے ہیں۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ مال مویشیوں کے اجازت نامے سے علاقے کو دو بلین روپے کی آمدنی ہوسکتی ہے لیکن اب تک اس آمدنی سے علاقے کی بہتری کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ (بزنس ریکارڈر، 26 فروری، صفحہ 2)

26 فروری: ایک خبر کے مطابق پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل (PARC) 635 ملین روپے کی لاگت سے سندھ کے پسماندہ علاقوں بشمول مٹھی، عمرکوٹ، چھاچھرو، نگرپارکر میں مال مویشی شعبے کی ترقی کا منصوبہ شروع کرے گی۔ منصوبے کا مقصد ان علاقوں میں اونٹ کی معیاری نسل کی پرورش کو فروغ دینا ہے۔ اس کے علاوہ

اس منصوبے کے تحت مویشیوں کے لیے گھاس کی نئی صحت بخش اقسام متعارف کروائی جائیں گی جس سے ان علاقوں کے عوام کا معیار زندگی بہتر بنانے اور معاشی ترقی میں مدد ملے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 27 فروری، صفحہ 14)

28 فروری: اینگرو فوڈز اور پنجاب اسکلز ڈیولپمنٹ فنڈ (PSDF) نے دودھ کی پیداوار اور مویشی پالنے والوں کی آمدنی میں اضافے کے لیے ایک منصوبے پر دستخط کیے ہیں جس کے تحت 9,000 سے زائد کسانوں کو مویشی پالنے کے جدید طریقوں کے استعمال، دودھ کی پیداوار اور آمدنی بڑھانے کے لیے تربیت فراہم کی جائے گی۔ اس منصوبے پر ملک کے پسماندہ ترین اضلاع مظفر گڑھ، لودھراں، بھاولپور اور بھاولنگر کے 60 دیہات میں عملدرآمد کیا جائے گا۔ منصوبے کے تحت ڈیری فارموں میں کام کرنے والے مزدوروں اور چھوٹے کاروباری افراد کو دیہات سے دودھ اکھٹا کرنے اور مصنوعی طریقے سے افزائش نسل کرنے کی تربیت بھی دی جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 1 مارچ، صفحہ 9)

10 اپریل: ایک مضمون کے مطابق یونیورسٹی آف ویٹری اینڈ اینیمل سائنسز (UVAS) نے لاہور میں ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) کی مالی مدد سے مال مویشی شعبے میں جدید ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے نیشنل لائیو اسٹاک ٹیکنالوجی پارک بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ HEC (ایچ ای سی) اس پارک کے لیے 3.5 بلین روپے فراہم کرے گا جبکہ UVAS (یو وی اے ایس) دیگر صوبوں کے مزید پانچ تعلیمی اداروں کی مدد سے اس منصوبے کا آغاز کرے گی۔ قومی اقتصادی سروے (2015-16) کے مطابق زرعی شعبے میں مال مویشی شعبے کا حصہ 58 فیصد ہے جو مجموعی قومی پیداوار کا 11.6 فیصد ہے۔ مویشیوں کی بڑی تعداد میں 36.6 ملین بھینیں، 29.8 ملین دنبے اور 70.3 ملین بکریاں شامل ہیں۔ اسی طرح مرغبانی کی صنعت کپڑے کی صنعت کے بعد سرمایہ کاری اور روزگار کے حوالے سے سب سے بڑی صنعت ہے۔ مال مویشی شعبے میں ٹیکنالوجی پارک کا قیام اس طرح کی ملک میں پہلی کوشش ہے جس میں نئی تحقیق اور ٹیکنالوجی کی نمائش کی جائے گی اور بین الاقوامی معیار کے مطابق جدید طریقوں کے استعمال کی تربیت دی جائے گی۔ (احمد فراز خان، ڈان، 10 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- ڈیری

16 مارچ: پارلیمانی سیکریٹری برائے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق رجب علی بلوچ نے قومی اسمبلی کو بتایا ہے کہ ڈیری مصنوعات کی برآمد سے ہونے والی آمدنی پچھلے تین سالوں میں 28.37 ملین ڈالر سے کم ہو کر 1.04 ملین ڈالر ہوگئی ہے جبکہ سال 2015-16 میں ملک میں دودھ کی 54.328 ملین ٹن پیداوار ہوئی۔ کل پیداوار کا صرف پانچ فیصد دودھ نجی شعبے میں چلنے والے 20 کارخانوں میں دیگر عوامل سے تیار (یا پروسیس) کیا جارہا ہے۔ 2006 میں ہونے والی مال مویشی شماری مہم کے مطابق ڈیری شعبے سے وابستہ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری اور اونٹ پالنے والے گھرانوں کی تعداد پنجاب میں 12.59 ملین، سندھ میں 4.11 ملین، خیبر پختونخوا میں 3.24 ملین اور بلوچستان میں 0.93 ملین ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 مارچ، صفحہ 9)

26 مارچ: پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) نے چائے کو سفید کرنے والا محلول ٹی وائٹنر تیار کرنے والی تمام کمپنیوں کو حتمی انتباہ جاری کیا ہے کہ وہ یکم جون تک ٹی وائٹنر کے ڈبے کے 15 فیصد حصے پر یہ تحریر واضح کریں کہ ''یہ دودھ نہیں ہے'' یا قانونی کارروائی کا سامنا کریں۔ PFA (پی ایف اے) کے ڈائریکٹر جنرل نور الامین مینگل نے کہا ہے کہ ادارے کی جانب سے کی گئی تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ ٹی وائٹنر دودھ کے نام پر فروخت ہورہا ہے جبکہ یہ دودھ نہیں ہے۔ ٹی وائٹنر سبزیوں سے حاصل شدہ چکنائی (وتجیٹبل فیٹ) سے تیار کیا جارہا ہے جسے بڑے پیمانے پر عوام کمپنیوں کی جانب سے چلائی گئی مبہم اشتہاری مہم کے نتیجے میں بطور دودھ استعمال کررہے ہیں۔ (ڈان، 27 مارچ، صفحہ 2)

23 اپریل: ایک اخباری اداریے کے مطابق یہ مسلسل تیسرا سال ہے کہ حکومت ڈیری شعبے پر مزید محصولات عائد کرنے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ اس سال یہ محصول ٹی وائٹنر پر عائد ہوگا۔ سرکاری حکام نے سال 2017-18 میں ٹی وائٹنر پر بھی دس فیصد محصول عائد کرنے کی سفارش کی ہے۔ پاکستان ڈیری ایسوسی ایشن (PDA) نے اس تجویز پر احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس شعبہ میں ڈیری صنعت جو کہ پہلے سے محصول دینے والی صنعت ہے پر مزید محصول عائد کیا جارہا ہے جبکہ غیر رسمی طور پر جاری ڈیری کے کاروبار کو محصولات

کے دائرہ کار میں نہیں لایا جارہا ہے۔ ایسوسی ایشن کا کہنا ہے کہ حکومت کے اس فیصلے سے ڈیری مصنوعات تیار کرنے میں لاگت زیادہ آئے گی جس سے ان اشیاء کی قیمتوں میں اضافے سے درمیانی اور نچلہ طبقہ ہی متاثر ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 اپریل، صفحہ 6)

ماہی گیری

3 جنوری: وفاقی وزیر بندرگاہ و جہاز رانی سینٹر میر حاصل خان بزنجو نے کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اگر ہم اسی طرح ماہی گیری کرتے رہے جیسے کہ اس وقت کررہے ہیں تو بہت جلد ہمارے سمندر، سمندری حیات سے خالی ہوجائینگے اور ہمارے بچے مچھلیاں صرف مچھلی گھر میں ہی دیکھیں گے۔" ماہی گیری شعبے میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ممنوعہ جال کا استعمال ہے۔ ان جالوں پر عالمی سطح پر پابندی ہے جبکہ ہمارے یہاں ان کا استعمال جاری ہے جن میں صرف مچھلیاں ہی نہیں بلکہ ان کے انڈے اور خوراک بھی پھنس جاتی ہے۔ (ڈان، 4 جنوری، صفحہ 17)

5 جنوری: ملیر جیل سے مزید 217 بھارتی ماہی گیروں کو رہا کردیا گیا ہے جس کے بعد گزشتہ 10 دنوں میں قید سے رہا ہونے والے بھارتی ماہی گیروں کی تعداد 447 ہوگئی ہے۔ ماہی گیروں کو ریل گاڑی سے لاہور منتقل کیا جائے گا جہاں انہیں واہگہ سرحد پر بھارتی حکام کے حوالے کردیا جائے گا۔ (ڈان، 6 جنوری، صفحہ 17)

8 جنوری: خیبر پختونخوا کے ماہر شعبہ ماہی گیری عمر حیات کے مطابق ماہی گیری سے متعلق پالیسی اور حکمت عملی کا فقدان صوبے کو ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری، زرمبادلہ اور روزگار کے مواقعوں سے محروم کررہا ہے۔ وفاقی حکومت نے 2007 میں اقوام متحدہ کے خوراک وزراعت کے عالمی ادارے (FAO) کے تعاون سے قومی ماہی گیری پالیسی مرتب کی تھی اور اس حوالے سے چاروں صوبوں میں اجلاس بھی منعقد کیے گئے تھے لیکن اٹھارویں آئینی ترمیم کے نتیجے میں اس پالیسی پر عملدرآمد نہیں ہوسکا۔ صوبائی سطح پر ماہی گیری پالیسی کے بغیر نہ ہی یہ شعبہ ترقی کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کے مسائل کا کوئی حل نکل سکتا ہے۔ اس وقت صوبے میں ٹراؤٹ مچھلی کی

پیداوار صرف 200 ٹن ہے جبکہ اس مچھلی کی ملکی طلب 6,000 ٹن ہے، تاہم باضابطہ پالیسی کے نفاذ سے ٹراوٹ مچھلی کی پیداوار کو 1,100 ٹن تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح صوبے کی ٹراوٹ مچھلی سے آمدنی اس وقت صرف 30 ملین روپے ہے جو صرف پانچ سال کے مختصر عرصے میں دگنی کی جاسکتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 جنوری، صفحہ 16)

9 جنوری: پاکستان کے ماہی گیری کے وسائل پر FAO (ایف اے او) کی تجزیاتی رپورٹ کے مطابق یہ وسائل حد سے زیادہ استعمال کیے جارہے ہیں اور ان کا استعمال غیر سائنسی بنیادوں پر کیا جارہا ہے جس کے نتیجے میں ان وسائل کی طویل المدت دستیابی خطرے میں ہے۔ رپورٹ میں ماہی گیری میں 50 فیصد تک کمی کرنے اور اس کے لیے سیاسی و سماجی سطح پر تحقیق اور ماہی گیر طبقے کے ساتھ مل کر موثر انتظامی اصلاحات نافذ کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ (ڈان، 10 جنوری، صفحہ 10)

14 جنوری: وفاقی حکومت نے ماہی گیروں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کی جانب سے دائر کی گئی ایک درخواست کے جواب میں سپریم کورٹ میں بتایا ہے کہ 135 پاکستانی ماہی گیر اس وقت بھارت میں زیر حراست ہیں۔ (ڈان، 15 جنوری، صفحہ 1)

16 جنوری: ایک مضمون کے مطابق دریائے سندھ سے ملحقہ تازہ پانی کی جھیلوں سے مچھلیوں کی پیداوار میں بہت تیزی سے کمی واقعہ ہو رہی ہے اور ماہی گیری کی اجازت رکھنے والے مقامی ماہی گیر بہت کم مچھلیاں شکار کر پارہے ہیں۔ کینجھر جھیل ٹھٹھہ، منچھر جھیل جامشورو اور چھوٹیاری جھیل سانگھڑ جیسی بڑی جھیلیں پانی کی کمی کی وجہ سے بری طرح متاثر ہیں۔ محکمہ ماہی گیری کے ڈائریکٹر خاور پرویز کے مطابق موسمی تبدیلی کے نتیجے میں دریائے سندھ کے بہاؤ میں کمی نے سندھ میں میٹھے پانی کی مچھلی کی پیداوار کو خطرے سے دوچار کردیا ہے۔ ان مسائل کے حل کے لیے محکمہ ماہی گیری پانچ اضلاع میں جھیلوں اور مچھلی کی افزائش کے نجی فارموں کو مچھلی کے بیج فراہم کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں مچھلی کی افزائش کے یہ مراکز (ہیچریز) بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ان

مراکز میں مچھلیوں کے بیج نجی فارموں کو فراہم کرنے سے پہلے انہیں مناسب خوراک دی جاتی ہے اور ہارمون کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ محکمے کے مطابق اس وقت مچھلی کی تجارتی بنیادوں پر افزائش کے 3,000 نجی فارم موجود ہیں جو 93,000 ایکڑ رقبے پر محیط ہیں۔ (محمد حسین خان، ڈان، 16 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

6 مارچ: ایک خبر کے مطابق پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (PMSA) کی جانب سے پاکستانی سمندری حدود میں شکار کرنے کے جرم میں گرفتار کیے گئے 85 بھارتی ماہی گیروں کو عدالتی ریمانڈ پر جیل بھیج دیا گیا۔ ان ماہی گیروں کو دو دن پہلے 14 کشتیوں سمیت حراست میں لیا گیا تھا۔ (ڈان، 7 مارچ، صفحہ 18)

26 مارچ: ایک خبر کے مطابق PMSA (پی ایم ایس اے) نے سمندری حدود کی خلاف ورزی پر 73 بھارتی ماہی گیروں کو گرفتار کرلیا ہے۔ بھارتی ماہی گیروں کی گرفتاری بظاہر نو پاکستانی ماہی گیروں کی گرفتاری کے واقعے کا ردعمل نظر آتا ہے جس میں بھارتی ساحلی محافظ پاکستانی ماہی گیروں کو اسلحہ کے زور پر ان کی کشتیوں اور شکار کی گئی مچھلی سمیت اٹھا کرلے گئے تھے۔ (ڈان، 27 مارچ، صفحہ 1)

9 اپریل: سیکریٹری نیشنل فش ورکرز فورم (NFF) منیش لودھاری کے مطابق پی ایم ایس اے نے 18 بھارتی ماہی گیروں کو تین کشتیوں سمیت حراست میں لے لیا ہے۔ بھارتی ماہی گیروں کی گرفتاری کا ماہ اپریل میں یہ پہلا واقعہ ہے۔ صرف مارچ کے مہینے میں ہی 231 بھارتی ماہی گیروں کو 40 کشتیوں سمیت حراست میں لیا گیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 10 اپریل، صفحہ 2)

28 اپریل: پی ایم ایس اے کی جانب سے دو دن پہلے پاکستان کی سمندری حدود میں شکار کرنے پر گرفتار کیے گئے 29 بھارتی ماہی گیروں کو 14 دن کے عدالتی ریمانڈ پر جیل بھیج دیا ہے۔ گرفتار کیے گئے ماہی گیروں کی پانچ کشتیاں بھی ضبط کرلی گئی ہیں۔ (ڈان، 29 اپریل، صفحہ 17)

مرغبانی

12 فروری: پنجاب حکومت زیادہ لحمیات (پروٹین) اور کم چربی والے گوشت کو فروغ دینے اور کسانوں کی معاشی بڑھوتری کے لیے شترمرغ کی افزائش پر تین مراحل میں فی مرغ 10,000 روپے امداد دے رہی ہے۔ اب تک 2,000 شترمرغوں کا اندراج کیا جاچکا ہے۔ یہ منصوبہ محکمہ مال مویشی پنجاب اور یو وی اے ایس لاہور نے مشترکہ طور پر شروع کیا ہے۔ منصوبے کے رابطہ کار ڈاکٹر خضر کے مطابق فی شترمرغ سالانہ 35,000 سے 40,000 روپے آمدنی باآسانی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس کی کھال بھی اچھی قیمت پر فروخت کی جاسکتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 فروری، صفحہ 5)

24 مارچ: یو وی اے ایس، لاہور نے صوبے میں شترمرغ کی افزائش کو فروغ دینے کے منصوبے (ڈیولپنگ آف آسٹرچ فارمنگ ان پنجاب) کے تحت شترمرغ بانی کرنے والے 18 افراد میں 1.5 ملین روپے زرتلافی کے چیک تقسیم کیے ہیں۔ یہ منصوبہ اکتوبر 2016 میں 69.94 ملین روپے کے بجٹ سے شروع کیا گیا تھا جس میں سے 60 ملین روپے شترمرغ بانی کرنے والوں کو بطور زرتلافی فراہم کیے جائیں گے۔ منصوبے کے تحت پنجاب کے 18 اضلاع میں 61 فارموں میں 3,000 شترمرغوں کا اندراج کیا جاچکا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 مارچ، صفحہ 9)

29 اپریل: یو وی اے ایس، لاہور نے پنجاب میں شترمرغ کی افزائش کو فروغ دینے کے منصوبے کے تحت شترمرغ بانی کرنے والے 49 افراد میں 6.162 ملین روپے زرتلافی کے چیک تقسیم کیے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 30 اپریل، صفحہ 5)

۷۔ تجارت

4 اپریل: ایک خبر کے مطابق ایک درجن سے زائد فرانسیسی کمپنیوں نے پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ فرانس سے آئے ہوئے وفد نے کہا ہے کہ پاکستان میں امن و امان کی صورتحال بہتر

ہے اور وہ زراعت، خوراک کی تیاری (فوڈ پروسسنگ)، پن بجلی، قابل تجدید توانائی، اطلاعاتی (انفارمیشن) ٹیکنالوجی اور مائع قدرتی گیس (LNG) سمیت دیگر شعبوں میں سرمایہ کاری کے خواہشمند ہیں۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 10)

برآمدات

13 مارچ: ایک مضمون کے مطابق پاکستان اقتصادی تعاون تنظیم (ECO) کے دس رکن ممالک کو خوراک کی برآمد میں اضافہ کرسکتا ہے کیونکہ پاکستان اگلے پانچ سال تک اس تنظیم کی سربراہی کرے گا۔ تنظیم کا رکن ملک افغانستان پہلے ہی پاکستان سے غذائی اجناس خریدنے والا بڑا ملک ہے جبکہ ایران پر سے پابندی ہٹنے کے بعد پاکستان ایران کو بھی بڑی مقدار میں غذائی اجناس برآمد کرسکتا ہے۔ وزارت تجارت کے حکام کے مطابق 2016 میں ای سی او ممالک کو 620 ملین ڈالر کی غذائی اجناس برآمد کی گئیں جو اگلے سال ایک بلین ڈالر تک پہنچ جائے گی۔ اسلام آباد میں رواں سال مارچ میں ای سی او کے اجلاس سے صرف ایک دن پہلے ایران نے خیرسگالی کے طور پر پاکستانی کینو کی درآمد پر سے پابندی ہٹالی تھی۔ پاکستان ایران کو سالانہ 60,000 ٹن کینو برآمد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اس کے لیے پاکستان کو معیار کے حوالے سے ایرانی تحفظات دور کرنے کی ضرورت ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 13 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 مارچ: چینی کی صنعت حکومت کی جانب سے دسمبر میں 225,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت سے مطمئن نہیں ہے۔ اب ملوں نے بھرپور اشتہاری مہم شروع کردی ہے جس میں دعویٰ کیا جارہا ہے کہ اس وقت ملک میں ایک ملین ٹن چینی کا ذخیرہ ہے جسے بھاری زرمبادلہ حاصل کرنے کے لیے فوری طور پر برآمد کرنے کی ضرورت ہے۔ تاہم اس اشتہاری مہم میں ایسی کوئی حکمت عملی بیان نہیں کی گئی کہ صنعت کس طرح عالمی منڈی میں ایک ملین ٹن چینی برآمد کرے گی۔ تاہم حکومت کی جانب سے دسمبر میں چینی برآمد کرنے کی اجازت دینے کے باوجود جنوری 2017 تک صنعت چینی برآمد کرنے میں ناکام رہی ہے۔ (ڈان، 26 مارچ، صفحہ 10)

- گندم

11 جنوری: PFMA (پی ایف ایم اے) پنجاب نے حکومت سے گندم اور گندم سے تیار کردہ اشیاء کے برآمد کنندگان کے لیے 50 بلین روپے کے امدادی پیکج کا اعلان کرنے کا مطالبہ کیا ہے جس سے ملک میں ضرورت سے زائد گندم کے ذخیرے کو ختم کیا جاسکے گا اور ملک کو اس کی فروخت سے قیمتی زرمبادلہ حاصل ہو سکے گا۔ حکومت نے فی من گندم کی قیمت 1,300 روپے مقرر کی ہے اس حساب سے بین الاقوامی منڈی میں گندم کی فی ٹن قیمت 320 ڈالر بنتی ہے جو دیگر ممالک کی نسبت بہت زیادہ ہے۔حکومت کو چاہیے کہ گندم اور اس سے تیار کردہ اشیاء کی برآمد پر امدادی پیکج کا اعلان کرے تاکہ ملکی صنعت بین الاقوامی منڈی میں مقابلہ کر سکے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 جنوری،صفحہ 9)

6 فروری: چیئرمین پی ایف ایم اے پنجاب ریاض اللہ خان نے کہا ہے کہ حکومت پنجاب کی جانب سے گندم کی برآمد پر دی جانے والی زرتلافی کی رقم کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے برآمدکنندگان کو سخت مالی مشکلات کا سامنا ہے اور تاجر گندم کی برآمد سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ پنجاب حکومت زرتلافی کی ادائیگی میں تاخیر کر رہی ہے اور اگر ایسے ہی حالات رہے تو 350,000 ٹن گندم برآمد کرنے کا ہدف مکمل نہیں ہو سکے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 7 فروری،صفحہ 9)

17 مارچ: پی ایف ایم اے کے رہنماؤں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ گندم کے 3.5 ملین ٹن ذخیرے کو برآمد کرنے کے لیے سمندری راستے کے ذریعے بھی گندم برآمد کی اجازت دے اور گندم کی برآمد پر دی جانے والی زرتلافی کو 120 ڈالر سے بڑھا کر 180 ڈالر فی ٹن کرے۔ ایسوسی ایشن نے مزید مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور گندم کی برآمد پر زرتلافی کی مد میں واجب الادا 15 بلین روپے بھی ادا کیے جائیں۔ (بزنس ریکارڈر، 18 مارچ،صفحہ 9)

27 اپریل: مرکزی چیئرمین بدرالدین کاکڑ کی صدارت میں پی ایف ایم اے کے اجلاس میں دو سال سے

موجود گندم کے ذخیرے کو برآمد نہ کرنے پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ برآمد کنندگان اور آٹا ملوں کو زرتلافی کی رقم ادا کی جائے اور گندم کے موجودہ ذخیرے کو سمندری اور زمینی راستے سے بھی برآمد کی اجازت دی جائے۔ اگر حکومت نے موجودہ گندم کے ذخیرے کو سمندری راستے اور سڑک کے ذریعے برآمد کرنے کی اجازت نہ دی تو ایسوسی ایشن قومی اسمبلی اور سینٹ کے باہر دھرنا دے گی اور ضرورت پڑنے پر پورے پاکستان میں احتجاج کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 28 اپریل، صفحہ 46)

- چاول

31 جنوری: REAP (ریپ) کی جانب سے منعقد کردہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر تجارت خرم دستگیر خان نے کہا ہے کہ حکومت ایسے چاول برآمد کنندگان کو 50 فیصد زرتلافی دینے کا ارادہ رکھتی ہے جو مخصوص نام (برانڈ) سے چاول برآمد کرتے ہیں۔ چاول کے برآمد کنندگان کو بین الاقوامی منڈی میں بھارت سے مقابلہ کرنے کے لیے معیار اور تشہیر پر توجہ دینی چاہیے۔ اس موقع پر ریپ کے چیئرمین محمود باقی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ چاول کی برآمد کو صنعت کا درجہ دیا جائے اور اسے محصولات سے مستثنی قرار دیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 فروری، صفحہ 11)

7 مارچ: ایک خبر کے مطابق ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) پاکستان کی جانب سے سری لنکا کو 5,000 ٹن چاول بطور تحفہ برآمد کرنے کے لیے جھولے لال چاول مل کے ساتھ معاہدے کو حتمی شکل دے دی گئی ہے جس نے سب سے کم بولی 39,494 روپے فی ٹن کی پیشکش کی تھی۔ فروری میں وفاقی حکومت کی ہدایات پر TCP (ٹی سی پی) نے چاول کی خریداری کے لیے مختلف کمپنیوں کو مدعو کیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 8 مارچ، صفحہ 8)

18 مارچ: ایران پر سے 14 ماہ پہلے تجارتی پابندیاں ہٹ جانے کے باوجود پاکستانی بینک ایران کو چاول برآمد کرنے کے لیے تصدیقی دستاویز برائے ادائیگی (لیٹر آف کریڈٹ کھولنے) اور فارم ای جاری کرنے سے گریز

کررہے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان ایران کی 500 ملین ڈالر کی چاول کی منڈی سے محروم ہورہا ہے۔ ایران پاکستانی چاول کا بڑا درآمد کنندہ ملک تھا لیکن ایران پر عائد کی گئی تجارتی پابندیوں کی وجہ سے یہ تجارت رک گئی تھی۔ پابندیاں ہٹنے کے بعد بھی پاکستان تجارتی تعلقات بحال نہیں کرسکا جبکہ بھارت ایران کو ایک بلین ڈالر مالیت کا ایک ملین ٹن چاول برآمد کررہا ہے۔ چیئرمین ریپ محمود باقی کے مطابق انہوں نے اس مسئلہ پر وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی توجہ مبذول کروائی ہے اور اس کے بعد یہ مسئلہ بینک دولت پاکستان اور ٹی سی پی کے سامنے بھی اٹھایا ہے۔ ایران پر پابندیوں سے پہلے پاکستان ایران کو 300,000 سے 400,000 ٹن باسمتی چاول برآمد کرتا تھا۔ (ڈان، 19 مارچ، صفحہ 10)

- چینی

24 فروری: ایک خبر کے مطابق حکومت کی جانب سے اجازت ملنے کے بعد 150,000 ٹن چینی برآمد کی جاچکی ہے۔ زیادہ تر چینی افغانستان، سعودی عرب، مشرقی وسطی، میانمر اور مشرقی افریقہ کو برآمد کی گئی ہے۔ بینک دولت پاکستان کی جانب سے تاجروں کو بھیجے گئے خط کے مطابق حکومت نے 31 مارچ تک 225,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دی ہے۔ ملک میں اس وقت 1.23 ملین ٹن چینی کا ذخیرہ موجود ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 فروری، صفحہ 3)

5 مارچ: چینی کی صنعت نے کاشتکاروں کو گنے کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنانے اور پرکشش قیمت پر بین الاقوامی منڈی میں چینی کے اضافی ذخیرے کو برآمد کرنے کے لیے حکومت سے 0.5 ملین ٹن چینی بغیر کسی زرتلافی کے برآمد کرنے کی درخواست کی ہے۔ صنعت کی جانب سے سیکریٹری تجارت کو لکھے گئے ایک خط کے ذریعے یہ مطالبہ کیا گیا ہے۔ خط میں کہا گیا ہے کہ صنعت بغیر کسی حکومتی زرتلافی کے چینی برآمد کرسکتی ہے۔ اس وقت ملک میں چینی کی طلب 5.1 ملین ٹن سالانہ ہے جبکہ چینی کی پیداوار 6.9 ملین ٹن ہے۔ ستمبر 2016 تک ملک میں چینی کا ذخیرہ 1.2 ملین ٹن تھا۔ اس طرح مقامی طلب پوری ہونے کے بعد بھی ملک میں 1.8 ملین ٹن چینی کا ذخیرہ موجود ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 6 مارچ، صفحہ 18)

14 مارچ: بسکٹ اور مٹھائیاں بنانے والی صنعت کی نمائندہ تنظیم پاکستان بسکٹ اینڈ کنفیکشنری مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (PBCMA) نے خبردار کیا ہے کہ اگر چینی برآمد کرنے کی اجازت دی گئی تو مقامی منڈی میں چینی کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا جس سے نا صرف ان کی صنعت متاثر ہوگی بلکہ رمضان میں عوام بھی متاثر ہونگے کیونکہ اس ماہ چینی کا استعمال بہت بڑھ جاتا ہے۔ اس وقت چینی کی برآمد قابل عمل نہیں کیونکہ مقامی منڈی میں چینی کی قیمت بین الاقوامی منڈی سے زیادہ ہے۔ چینی پیدا کرنے والے زیادہ منافع کے لالچ میں مقامی منڈی میں قیمت میں اضافہ کر رہے ہیں۔ پہلے ملوں نے چینی برآمد کرنے کی اجازت مانگی لیکن بین لاقوامی منڈی میں قیمت کم ہونے کی وجہ سے اب زرتلافی مانگی جارہی ہے۔ اس وقت مقامی منڈی میں چینی 60 روپے فی کلو فروخت ہورہی ہے جبکہ بین الاقوامی منڈی میں چینی کی قیمت 50 روپے فی کلو (489 ڈالر فی ٹن) ہے۔ (ڈان، 15 مارچ، صفحہ 10)

16 مارچ: پی ایس ایم اے کے ترجمان نے PBCMA (پی بی سی ایم اے) کے چینی کی برآمد کے حوالے سے جاری بیان پر اپنے ردعمل میں کہا ہے کہ چینی کی صنعت نے گھریلو اور صنعتی صارفین کی طلب کا حساب لگا کر ملکی ضرورت سے زائد چینی کا ذخیرہ برآمد کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ چینی کا اضافی ذخیرہ مقامی منڈی میں فروخت نہیں ہوسکتا۔ صنعت کسانوں کو گنے کی ادائیگی نہیں کرسکتی جب تک چینی کا ذخیرہ فروخت نہیں ہوجاتا۔ ترجمان کا مزید کہنا تھا کہ بسکٹ اور مشروبات تیار کرنے والے کبھی بھی اپنی مصنوعات کی قیمت کم نہیں کرتے۔ دراصل یہ کارخانے خام مال (چینی) کی قیمت اس سطح پر رکھنا چاہتے ہیں جس پر شوگر ملیں کسانوں کو گنے کی ادائیگی بھی نہیں کرسکتیں۔ (ڈان، 17 مارچ، صفحہ 11)

17 مارچ: ایک خبر کے مطابق پی ایس ایم اے وزیر تجارت خرم دستگیر خان کی جانب سے شوگر ایڈوائزی بورڈ (SAB) کی سفارش کردہ 0.4 ملین ٹن کے مقابلے 0.2 ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دینے پر تذبذب کا شکار ہے۔ ایسوسی ایشن نے اس حوالے سے اپنے تحفظات پر مبنی ایک خط وزارت تجارت کو لکھا ہے جس کی نقل وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو بھی بھیجی گئی ہے۔ SAB (ایس اے بی) نے 16 مارچ 2017 کے اجلاس میں 0.4

ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی سفارش کی تھی۔ پی ایس ایم اے نے وزارت تجارت کو فیصلے پر نظرثانی کرتے ہوئے 0.4 ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 مارچ،صفحہ 19)

28 مارچ: ایک خبر کے مطابق اقتصادی رابطہ کمیٹی نے وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں شوگر ملوں کو مزید 200,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ بینک دولت پاکستان کی اجازت سے وہ شوگر ملیں جنہوں نے کسانوں کو گنے کی ادائیگی کردی ہے 60 دنوں میں چینی برآمد کرسکیں گے۔ پی ایس ایم اے نے چینی برآمد کرنے کے لیے مقررہ مقدار اور وقت میں اضافے کی درخواست کی تھی جس کے بعد سندھ آبادگار بورڈ کی سفارشات پر اقتصادی رابطہ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 مارچ،صفحہ 11)

- کھاد

14 جنوری: ایک خبر کے مطابق ملک میں موجود اضافی یوریا کی برآمد غیر یقینی صورتحال کی شکار ہے کیونکہ وزارت تجارت یوریا برآمد کرنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی۔ تاہم وزارت تجارت نے 200,000 ٹن یوریا مشروط طور پر برآمد کرنے کے لیے سفارشات تیار کرلی ہیں۔ برآمد کنندگان کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ یوریا پر حکومت کی جانب سے دی گئی زرتلافی واپس کریں جس کے بعد یوریا برآمد کی جاسکے گی۔حکومت اس وقت 50 کلوگرام یوریا کی تیاری کے لیے کھاد کمپنیوں کو فراہم کی جانیوالی گیس پر 526 روپے زرتلافی فراہم کررہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ زرتلافی مقامی منڈی کے لیے فراہم کی گئی تھی۔ (ڈان، 15 جنوری،صفحہ 10)

19 جنوری: وزارت تجارت نے 0.3 ملین ٹن کھاد برآمد کرنے کی تجویز دی ہے۔ وزارت تجارت نے ملک میں اضافی کھاد کی موجودگی کو مقامی منڈی پر اثر انداز ہونے سے بچانے اور گیس کی ترسیل کی صورتحال بہتر ہونے کی وجہ سے کھاد برآمد کرنے کی تجویز دی ہے۔تفصیلات کے مطابق ملک میں وقفے وقفے سے کھاد کی طلب و رسد کا جائزہ لینے کے لیے تمام صوبوں کے وزراء پر مشتمل کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر،

20 جنوری، صفحہ 1)

23 جنوری: کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں زرتلافی کے بغیر 300,000 لاکھ ٹن یوریا برآمد کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ فیصلے کا مقصد ملک میں موجود اضافی یوریا کے ذخائر میں کمی کرنا ہے۔ بینک دولت پاکستان برآمد کی جانیوالی یوریا کی مقدار کی نگرانی کرے گا۔ یوریا 28 اپریل، 2017 تک برآمد کی جاسکے گی۔ (ڈان، 24 جنوری، صفحہ 10)

26 جنوری: ایک خبر کے مطابق حکومت نے کھاد کمپنیوں کے دباؤ میں آکر ملک میں موجود یوریا کے اضافی ذخائر میں سے 0.3 ملین ٹن برآمد کرنیکی اجازت دیدی ہے۔ کھاد کمپنیوں نے حکومت کی جانب سے گیس پر ملنے والی زرتلافی کے نتیجے میں ضرورت سے زیادہ یوریا کی پیداوار کی ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے حکام کا کہنا ہے کہ زرتلافی کی حامل یوریا کی برآمد کا فیصلہ دو مہینے پہلے ایک اجلاس میں ہوا جس میں حکومتی معاشی ماہرین اور عہدیداران کے علاوہ کھاد کمپنیوں کے سربراہوں نے بھی شرکت کی تھی۔ یوریا کی تیاری پر آنے والی لاگت میں 70 فیصد حصہ گیس کا ہوتا ہے۔ یوریا برآمد کرنے کی اجازت دینے کا فیصلہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مہنگی LNG (ایل این جی) درآمد کی جائے اور اپنی ملکی گیس، جس پر کھاد کے کارخانوں کو زرتلافی دی جارہی ہے، کھاد کی صورت میں برآمد کردی جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 جنوری، صفحہ 1)

- پھل سبزی

16 جنوری: فیڈریشن آف پاکستان چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) کے علاقائی قائمہ کمیٹی کے سربراہ احمد جواد نے کہا ہے کہ اگر برآمد کنندگان کو حکومتی مدد ملے تو وہ فوری طور پر باغبانی سے متعلق برآمدات کو ایک بلین ڈالر تک بڑھاسکتے ہیں۔ سال 2015-16 میں باغبانی سے متعلق برآمدات کا حجم 641 ملین ڈالر تھا۔ گزشتہ دو دہائیوں میں باغبانی شعبے نے تجارتی منڈی میں کافی اہمیت حاصل کرلی ہے اور ترقی پزیر ممالک اس منڈی میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں جبکہ پاکستان کا حصہ اس عالمی تجارت میں صرف 0.3

فیصد ہے۔ بدقسمتی سے وزیر اعظم کی جانب سے صنعتوں کو دیے گئے 180 بلین روپے کے مراعاتی پیکج میں باغبانی شعبے کو شامل ہی نہیں کیا گیا۔ پاکستان اپنے متنوع موسم کی وجہ سے باغبانی کے لیے انتہائی موزوں مقام ہے۔ تاہم یہ شعبہ حکومت سے مطلوبہ توجہ حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 جنوری، صفحہ 3)

3 فروری: FPCCI (ایف پی سی سی آئی) کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک مشاورتی اجلاس میں پھل اور سبزیوں کے برآمد کنندگان نے برآمد پر 1.25 فیصد محصول (ود ہولڈنگ ٹیکس) ختم کرنے اور پھل وسبزیوں کی برآمد کے لیے مطلوبہ درآمدی کیمیائی اجزاء کو محصولات سے مستثنی قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 فروری، صفحہ 2)

13 فروری: جرمنی میں منعقد ہونے والے پھلوں کے میلے (Fruit Logistica 2017) میں پاکستانی تاجروں نے تقریباً 200 ملین ڈالر کے برآمدی آرڈر حاصل کیے ہیں۔ پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوسی ایشن (PFVA) کے مطابق برآمدی آرڈر میں اضافے کا امکان ہے کیونکہ پھلوں کا یہ میلہ پاکستانی برآمد کنندگان کے لیے حوصلہ افزاء تھا۔ اس میلے میں 16 پاکستانی کمپنیوں، تاجروں اور کاشتکاروں نے حصہ لیا۔ پاکستان کو بھارت کی طرح عالمی معیار کے مطابق پھلوں کی پیداوار کی ضرورت ہے۔ بھارت نے اسی میلے میں پاکستان کے 200 ملین ڈالر کے آرڈر کے مقابلے 1,500 ملین ڈالر کے برآمدی آرڈر حاصل کیے کیونکہ بھارت کی پھلوں کی پیداوار نسبتاً معیاری ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 14 فروری، صفحہ 8)

6 مارچ: ایک مضمون کے مطابق سبزیوں کی پیداوار کے ذریعے آمدنی میں اضافے کے بھرپور مواقع ہونے کے باوجود کسانوں کی دلچسپی اہم فصلوں کی پیداوار تک محدود ہے۔ ضروری ٹیکنالوجی اور بہتر طریقہ پیداوار کے فقدان کی وجہ سے جلد خراب ہونیوالی سبزیوں کی برآمد سے اب تک فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا ہے۔ اس کے علاوہ کسان مقامی منڈی میں اصل طلب و کھپت کا اندازہ لگائے بغیر پیداوار کرتے ہیں اور منڈی میں اضافی پیداوار کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے بعد سبزیوں کے زیر کاشت رقبے میں کمی کردیتے ہیں۔ تاہم زرعی

ترقی کے فروغ کے منصوبے سندھ ایگریکلچر گروتھ پرجیکٹ (SAGP) کے تحت پیاز اور مرچ کے کاشتکاروں کو بین الاقوامی منڈی میں پائے جانیوالے رجحان کے بارے میں شعور فراہم کیا جارہا ہے جس کا دائرہ صوبہ بھر میں تمام فصلوں کی پیداوار تک بڑھانا چاہیے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 6 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

27 اپریل: ایف پی سی سی آئی کی مقامی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین احمد جواد نے وزارت تجارت کی جانب سے باغبانی شعبے کی ترقی اور اس کی برآمدات کے فروغ کا ادارہ پاکستان ہورٹی کلچر ڈیولپمنٹ اینڈ ایکسپورٹ کمپنی (PHDEC) کو بند کرنے کے فیصلے پر شدید تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ نہیں جانتے کہ حکومت اس ادارے کو بند کرنے میں اتنی جلد بازی کیوں کررہی ہے۔ اس ادارے کو بند کرنے کے بجائے اس کی صلاحیت میں اضافے کے لیے نئے سرے سے اقدامات کیے جانے چاہئے۔ باغبانی شعبے میں برآمدات کے وسیع مواقع موجود ہیں لیکن اس کے لیے باقائدہ حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہے۔ سال 16-2015 میں باغبانی شعبے کی برآمدات صرف 641 ملین ڈالر تھیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 اپریل، صفحہ 10)

آم:

24 فروری: امریکی حکومت نے حال ہی میں تین ریاستوں مسی سپی، ٹیکساس اور آئی او وا میں آم کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے آم کو مختلف بیماریوں اور جراثیم سے پاک کرنے کے لیے شعاع ریزی (ارریڈی ایشن) مراکز قائم کیے ہیں جس سے آم برآمد کرنے والے ممالک خصوصاً پاکستان کی امریکہ کو آم کی برآمد میں اضافے میں مدد مل سکتی ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب کی جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق پہلے سبزیوں اور پھلوں کو شعاع ریزی کے لیے شکاگو کے مرکز بھیجا جاتا تھا، اس کے بعد یہ اشیاء امریکی منڈی میں جاتی تھیں۔ امریکہ میں آم برآمد کرنے کے لیے اسے شعاع ریزی کے عمل سے گزارنا لازمی ہے۔ امریکہ کو سالانہ صرف 100 ٹن آم برآمد کیا جاتا ہے لیکن اب ان نئے مراکز کے قیام کے بعد آم کی برآمد میں اضافے کی امید ہے۔ (ڈان، 25 فروری، صفحہ 11)

کینو:

28 فروری: ایران نے پاکستانی کینو کی درآمد پر چھ سال سے عائد پابندی عارضی طور پر ختم کردی ہے۔صرف زمینی راستے سے 21 دنوں کے لیے کینو درآمد کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ PFVA (پی ایف وی اے) کے سربراہ وحید احمد کے مطابق اس مشروط اجازت سے 5,000 سے 10,000 ٹن کینو ایران برآمد کیے جاسکتے ہیں۔انہوں نے ایرانی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ یہ پابندی ہمیشہ کے لیے ختم کردے اور بحری اور فضائی راستے سے بھی کینو برآمد کرنے کی اجازت دی جائے۔ پاکستان رواں موسم میں اب تک 250,000 ٹن کینو مختلف ممالک کو برآمد کرچکا ہے۔ (ڈان، 1 مارچ،صفحہ 10)

6 مارچ: ایف پی سی سی آئی کی علاقائی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین احمد جواد نے متعلقہ اداروں پر زور دیا ہے کہ وہ ایران کو مستقل بنیادوں پر کینو برآمد کرنے کے لیے اقدامات کریں۔ایران کینو کی اہم منڈی ہے جس کی سالانہ کینو کی کھپت 60,000 ٹن ہے۔ دونوں ممالک کو چاہیے کہ باہمی تجارت میں اضافے کے لیے تجارتی قوانین میں نرمی کریں۔ (ڈان، 7 مارچ،صفحہ 11)

18 مارچ: ایف پی سی سی آئی کی علاقائی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین احمد جواد نے کہا ہے کہ پاک افغان سرحد بند ہونے سے افغانستان اور وسطی ایشیاء کو کینو کی برآمد بری طرح متاثر ہورہی ہے جس کے نتیجے میں امکان ہے کہ اس سال کینو کا 350,000 ٹن کا برآمدی ہدف حاصل نہیں ہوسکے گا۔ پاک افغان سرحد بند ہونے کی وجہ سے کئی دنوں سے مختلف اشیاء سے لدے ٹرک سرحد کے دونوں اطراف کھڑے ہے جس کے نتیجے میں تاجروں کو یومیہ چارملین ڈالر کا نقصان ہورہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 مارچ،صفحہ 11)

- حلال اشیاء

7 فروری: جنوبی پنجاب کی تاجر برادری نے حکومت پر مسلم ممالک بلخصوص بحرین سے حلال غذائی اشیاء کی تجارت بڑھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایوان صنعت وتجارت ملتان (MCCI) کے صدر خواجہ جلال الدین رومی کے

مطابق پاکستان بحرین کو چاول، کپاس، گوشت، تازہ پھل اور سبزیاں برآمد کرتا ہے۔ بحرین کے شاہ شیخ حماد بن عیسی کے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران اس حوالے سے چھ معاہدوں پر دستخط ہوئے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 فروری، صفحہ 13)

10 اپریل: حلال خوراک کے فروغ کے لیے چھٹی دو روزہ عالمی نمائش اور کانفرنس کے آغاز پر جمہوریہ تاتارستان کے نائب وزیر تجارت نے کہا ہے کہ حلال خوراک کے فروغ کے لیے ان کا ملک پاکستان کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ ان کے ملک میں اب تک حلال خوراک کے حوالے سے کوئی قانون نہیں لیکن اب وہ اس حوالے سے قانون بنانے کی تیاری کررہے ہیں۔ اس موقع پر وزیر خوراک پنجاب بلال یاسین نے کہا کہ حلال خوراک کا نظریہ مزید عام ہوا ہے اور پاکستان دنیا بھر میں اپنی حلال اشیاء کی بنیاد پر نام پیدا کرسکتا ہے۔ نمائش اور کانفرنس میں ملیشیا، انڈونیشیا، روس، برطانیہ، ترکی اور مشرقی وسطی کے ممالک کے حلال خوراک کے ماہرین اور عہدیداروں نے بھی شرکت کی۔ (ڈان، 11 اپریل، صفحہ 11)

21 اپریل: ایک خبر کے مطابق پاکستانی گوشت، مرغی اور اس سے بنی مصنوعات کی درآمد کے لیے یہ اچھا موقع ہے کہ وہ متحدہ عرب امارات (UAE) کی منڈی کی ضروریات پوری کرسکیں۔ UAE (یو اے ای) نے برازیل سے حلال گوشت کی درآمد پر حفظان صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی پر پابندی عائد کردی ہے۔ پاکستان کی گزشتہ دو سالوں میں یو اے ای کو مرغی اور اس سے بنی دیگر مصنوعات کی برآمد 70 سے 80 ملین ڈالر کی ہے جبکہ اس کی طلب 719.45 ملین ڈالر ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 اپریل، صفحہ 5)

- سمندری خوراک

18 فروری: پاکستان چین کے صوبے شنگ جی اونگ (Xinjiang) کو زمینی راستے سے سمندری خوراک برآمد کرے گا۔ منجمد سمندری خوراک کے کنٹینرز گوادر بندرگاہ سے 1,500 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے 10 دنوں میں بذریعہ خنجراب پاس چین پہنچیں گے۔ گزشتہ ماہ اس ترسیل کی کامیاب آزمائش کے بعد یکم اپریل سے سمندری

خوراک کی باقائدہ ترسیل کا آغاز ہوگا۔ چینی کمپنی کے مطابق سمندری خوراک کی باقائدہ ترسیل کے بعد شنگ جی اونگ میں ان کی خوردہ قیمت میں 10 سے 20 فیصد کمی ہوگی۔ چین اس وقت پاکستان کی سمندری خوراک کا سب سے بڑا درآمد کنندہ ملک ہے جو ملک کی 75 فیصد جھینگے کی پیداوار درآمد کرتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 فروری، صفحہ 18)

درآمدات

20 مارچ: ایک مضمون کے مطابق مالی سال 2016 میں پاکستان کا خوراک کے شعبے میں تجارتی خسارہ (درآمدات بڑھ جانے اور برآمدات کم ہونے کی وجہ سے) تین گنا بڑھ کر 1.4 بلین ڈالر ہوگیا ہے جو سال 2015 میں 470 ملین ڈالر تھا۔ آبادی، خوراک کے فی کس استعمال اور فوری تیار ہونے والے کھانوں (فاسٹ فوڈ) کے استعمال میں اضافے کی وجہ سے غذائی اشیاء کی درآمد بڑھ رہی ہے۔ ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (TDAP) کے ایک اعلی عہدیدار کے مطابق گزشتہ کچھ سالوں میں درآمدات میں اضافہ ہوا ہے جبکہ برآمدات میں واضح طور پر کمی ہوئی ہے۔ معیشت میں تیزی سے ترقی کی بدولت غذائی اجناس کی طلب میں اضافہ ہوا ہے اور مقامی منڈیاں منافع بخش ہوگئی ہیں۔ خوردہ فروش منڈیاں غیر ملکی غذائی اشیاء سے بھر گئی ہیں اور تاجر زیادہ سے زیادہ منافع کما رہے ہیں۔ پاکستان کی درآمدات میں جانوروں کی خوراک، روغنی بیج، دالیں، سبزیاں، تازہ اور خشک میوہ جات شامل ہیں اور پاکستان چاول اور مکئی بھی درآمد کرتا ہے۔ پچھلے سال کے آخری نو ماہ میں پاکستان نے چین سے پانچ ملین ڈالر مالیت کی مکئی اور 12 ملین ڈالر مالیت کا چاول اور بھارت سے 28 ملین ڈالر مالیت کے ٹماٹر درآمد کیے۔ اس کے علاوہ خوردنی تیل بھی پاکستان کی بڑی درآمدات میں شامل ہے۔ (محی الدین اعظم، ڈان، 20 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 اپریل: ادارہ شماریات پاکستان (PBS) کے مطابق رواں سال کے ابتدائی نو ماہ میں پاکستان کا خوراک، تیل اور مشینری کا درآمدی حجم 21.09 بلین ڈالر تک پہنچ گیا ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 30 فیصد زیادہ ہے۔ ایل این جی کے درآمدی اخراجات 144 فیصد جبکہ مائع پٹرولیم گیس (LPG) کے درآمدی بل میں 34

فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح خوراک کی درآمد بھی 15 فیصد اضافے سے 4.53 بلین ڈالر ہوگئی ہے۔ درآمد شدہ غذائی اشیاء میں 1.38 بلین ڈالر کا پام آئل، 721.84 ملین ڈالر کی دالیں، 411.4 ملین ڈالر کی چائے، 130 ملین ڈالر کے خشک میوہ جات اور 102 ملین ڈالر کے مصالحہ جات شامل ہیں۔ (ڈان، 26 اپریل، صفحہ 10)

- کپاس

2 جنوری: APTMA (اپٹما) سندھ بلوچستان زون نے ایک پریس ریلیز میں حکومت سے اپیل کی ہے کہ پھٹی (خام کپاس) کی درآمد پر عائد چار فیصد محصول ختم کیا جائے۔ ملک میں اس سال کپاس کی پیداوار 11.25 ملین گانٹھوں سے زیادہ نہیں ہوگی جبکہ کپڑے کی صنعت کی طلب 14.5 ملین گانٹھیں ہے۔ یہ واضح ہو چکا ہے کہ کپاس کی پیداوار ملکی صنعتی ضروریات پوری نہیں کرسکتی اس لیے ضروری ہے کہ وقت پر کپاس کی درآمد کے لیے اقدامات کیے جائیں تاکہ ملکی کپڑے کی برآمدات مزید متاثر نہ ہوں۔ کپڑے کی صنعت پھٹی کی درآمد پر عائد محصول ختم کیے بغیر بین الاقوامی منڈی میں دیگر ممالک کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 جنوری، صفحہ 11)

5 جنوری: ایک خبر کے مطابق پاکستان کو کپاس کی پیداوار اور کھپت میں توازن برقرار رکھنے کے لیے 1.58 بلین ڈالر کی لاگت سے 4.5 ملین گانٹھیں کپاس درآمد کرنی پڑیگی۔ پاکستان جو پھٹی برآمد کرنے والا دنیا کا تیسرا بڑا ملک تھا اب کپاس درآمد کرنے والے بڑے ممالک کی فہرست میں شامل ہوگیا ہے۔ پچھلے سال پاکستان نے بھارت سے 800 ملین ڈالر لاگت کی 2.7 ملین کپاس کی گانٹھیں درآمد کی تھیں۔ اپٹما سندھ بلوچستان زون کے چیئرمین آصف امین کے مطابق ملک میں موجود کپاس دو مہینے کی ضرورت بھی پوری نہیں کرسکتی۔ (ڈان، 6 جنوری، صفحہ 10)

6 جنوری: وائس چیئرمین پی سی جی اے سہیل محمود نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارت سے محصول سے مستثنی (ٹیکس فری) کپاس کی درآمد پاکستانی معیشت کے لیے تباہی کا باعث بنے گی۔ جنگ کے

کارخانوں میں اس وقت دوملین گانٹھیں کپاس موجود ہے اور اگلے مہینے مزید 700,000 گانٹھوں کی آمد متوقع ہے جسے کپڑا ملیں خریدنے سے اجتناب کررہی ہیں۔ کسانوں نے بھی مقامی منڈی کے تحفظ کے لیے بھارت سے کپاس درآمد نہ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ پی سی جی اے نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ مقامی کاشتکاروں سے مناسب قیمت پر کپاس خریدنے کے لیے اقدامات کرے اور بھارت سے کپاس کی درآمد پر پابندی لگائی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 جنوری، صفحہ 11)

19 اپریل: وائس چیئرمین پی سی جی اے سہیل محمود نے مطالبہ کیا ہے کہ جب تک ملک میں موجود کپاس کا ذخیرہ ختم نہیں ہو جاتا حکومت کپاس درآمد کرنے کی اجازت نہ دے۔ اس وقت ملک میں 265,597 گانٹھیں کپاس موجود ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ زرعی پیداواری لاگت کم کرنے کے لیے زرتلافی دینے کے بجائے مداخل پر سے جی ایس ٹی اور دیگر محصولات ختم کرے۔ حکومت کپاس کی امدادی قیمت کا اعلان کرے اس کے علاوہ زرعی شعبے کو بجلی پانچ روپے فی یونٹ فراہم کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 اپریل، صفحہ 11)

26 اپریل: KCA (کے سی اے) نے حکومت کی جانب سے خام کپاس کی درآمد پر محصولات عائد کرنے پر غور کرنے کی اطلاعات پر تشویش اور تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ گزشتہ دو سالوں سے کپاس کی پیداوار میں ہونے والی کمی کی وجہ سے مقامی صنعتیں کپاس درآمد کرکے اپنی ضروریات پوری کرنے پر مجبور ہیں۔ کپاس کی درآمد پر محصولات عائد کیے گئے تو کپڑے کی صنعت میں پیداواری لاگت بڑھ جائے گی اور ملکی صنعت بین الاقوامی منڈی کا مقابلہ نہیں کرسکے گی۔ ایسوسی ایشن نے مزید مطالبہ کیا کہ حکومت کپاس کی تجارت کے تحفظ کے لیے اس کے معیار اور مقدار سے متعلق پابندیوں کے بغیر آزادانہ طور پر درآمد اور برآمد کی پالیسی کو جاری رکھے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 اپریل، صفحہ 5)

- خشک دودھ

6 فروری: پنجاب میں کسٹم حکام نے مریدکے نارووال سڑک پر چاول مل سے 63.1 ملین روپے مالیت کا

233.76 ٹن درآمدی بغیر چکنائی کا خشک دودھ (اسکمڈ ڈرائی ملک) ضبط کرلیا ہے۔ کسٹم حکام کے مطابق زیادہ تر دودھ کے تھیلوں پر پاک افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کی مہر لگی ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ دودھ افغانستان میں استعمال کے لیے درآمد کیا گیا تھا لیکن اسے دوبارہ پاکستان میں فروخت کے لیے غیر قانونی طور پر لایا گیا ہے۔ ابتدائی تحقیق کے مطابق اس غیر قانونی عمل میں چاول مل کے مالک کے ملوث ہونے کا شبہ ہے۔ (ڈان، 7 فروری، صفحہ 2)

- چائے

12 جنوری: ایک خبر کے مطابق ملک میں بھارت سے چائے کی درآمد میں واضح کمی ہوئی ہے۔ پاکستان ٹی ایسوسی ایشن (PTA) کی جانب سے جاری کردہ اعدادوشمار کے مطابق اس سال بھارت سے 1.2 ڈالر فی کلوگرام قیمت پر 8,626 ٹن چائے درآمد کی گئی جبکہ گزشتہ سال ایک ڈالر فی کلوگرام قیمت پر 14,011 ٹن چائے درآمد کی گئی تھی۔ غیر ملکی زرائع ابلاغ کے مطابق پاکستانی تاجر بھارت کے ساتھ بڑھتی ہوئی کشیدگی کے باعث چائے درآمد کرنے سے کترا رہے ہیں۔ پاکستان نے سال 2016 میں 428.6 ملین ڈالر مالیت کی 173,000 ٹن چائے درآمد کی۔ پاکستان میں چائے کی سالانہ طلب 220,000 سے 235,000 ٹن ہے۔ پاکستان دنیا کے 20 ممالک سے چائے درآمد کرتا ہے۔ (ڈان، 13 جنوری، صفحہ 10)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

- اینگرو کارپوریشن

17 فروری: اینگرو کارپوریشن کی طرف سے جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق کمپنی نے سال 2016 میں 69.1 بلین روپے کا منافع حاصل کیا ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 400 فیصد زیادہ ہے۔ (ڈان، 18 فروری، صفحہ 11)

غذائی کمپنیاں

- اینگروفوڈز

3 فروری: اینگروفوڈز کے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق کمپنی نے سال 2016 میں 2.4 بلین روپے کا خالص منافع حاصل کیا جو گزشتہ سال کے منافع 3.2 بلین روپے کے مقابلے میں 25 فیصد کم ہے۔ سال 2016 کی چوتھی سہہ ماہی اکتوبر تا دسمبر میں کمپنی کو 208 ملین روپے کا خسارہ ہوا۔ (ڈان، 4 فروری، صفحہ 10)

کھاد کمپنیاں

- اینگروفرٹیلائزرز

8 فروری: اینگروفرٹیلائزرز نے سال 2016 میں 9.3 بلین روپے کے منافع کا اعلان کیا ہے جو گزشتہ سال کے منافع 14.8 بلین روپے کے مقابلے 37 فیصد کم ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 فروری، صفحہ 11)

- فوجی فرٹیلائزر

12 جنوری: ایک خبر کے مطابق فوجی فرٹیلائزر لمیٹڈ نے یوریا کی 50 کلوگرام کی بوری کی قیمت 1,400 سے بڑھاکر 1,610 روپے کردی ہے۔ ذرائع کے مطابق قیمت میں اضافہ یوریا پر دی جانے والی 156 روپے فی بوری زرتلافی اور کھاد کمپنی کی جانب سے دی جانے والی 50 روپے کی رعایت ختم کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔
(ڈان، 13 جنوری، صفحہ 12)

31 جنوری: فوجی فرٹیلائزر کے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق کمپنی نے سال 2016 میں 11.78 بلین روپے کا منافع کمایا جو گزشتہ سال کے منافع 16.76 بلین روپے کے مقابلے 30 فیصد کم ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 فروری، صفحہ 11)

VII- ماحول

زمین

- فضلہ

7 مارچ: سندھ اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے سمندری آلودگی سے تحفظ کے لیے وفاقی حکومت کی جانب سے کیے گئے وعدے کے مطابق فضلہ صاف کرنے والے کارخانے (ٹریٹمنٹ پلانٹ) کی تنصیب پر آنے والی 50 فیصد لاگت برداشت کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ رکن اسمبلی ڈاکٹر سیما ضیاء کی جانب سے پیش کی گئی قرارداد میں خطرناک صنعتی فضلہ سے سمندری ماحولیاتی نظام کو ہونیوالے نقصانات سے خبردار اور ان نقصانات سے تحفظ کے لیے حکومت سے عملی اقدامات کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے وزیر بلدیات سندھ جام خان شورو نے ایوان کو بتایا کہ یومیہ 450 ملین گیلن غیر صاف شدہ نکاسی آب سمندر میں پھینکا جاتا ہے۔ 2007 میں 7.09 بلین روپے کی لاگت سے فضلے کو صاف کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا جسے وقت پر مکمل نہیں کیا جاسکا۔ اب اس نامکمل منصوبہ کی لاگت 32 بلین روپے تک پہنچ گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 مارچ، صفحہ 8)

8 اپریل: سپریم کورٹ میں سندھ حکومت کے خلاف پینے کے پانی کی عدم فراہمی پر آئینی درخواست کی سماعت کے دوران عدالت نے سندھ حکومت اور چینی کمپنی کے درمیان کراچی کا کچرا اٹھانے کے معاہدہ پر سخت تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے منصوبے کے قابل عمل ہونے پر حیرت کا اظہار کیا۔ اس معاہدے کے مطابق کچرا اٹھانے اور اسے ٹھکانے لگانے کا انتظامی ادارہ سولڈ ویسٹ مینجمنٹ بورڈ (SWMB) چینی کمپنی کو گھروں سے کچرا اٹھانے اور اسے مقررہ مقام پر منتقل کرنے کی مد میں 29 ڈالر فی ٹن معاوضہ ادا کریگا۔ ایک ٹرک عموماً 12 سے 15 ٹن ٹھوس فضلہ منتقل کرسکتا ہے جس کے لیے ادارہ چینی کمپنی کو 435 ڈالر فی ٹن (46,110 روپے) سے زائد زرمبادلہ کی صورت میں ادا کریگا۔ عدالت نے مزید کہا کہ ایک طرف تو سندھ حکومت تنخواہوں کی مد میں عوامی پیسہ صفائی کرنے والے عملے کو ادا کررہی ہے دوسری طرف چینی کمپنی کو اس کام کے لیے ادائیگی کررہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 اپریل، صفحہ 9)

9 اپریل: بلوچستان اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں غذائی اشیاء کی ترسیل کے لیے پلاسٹک کی تھیلی کے استعمال پر فوری پابندی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ قرارداد پیش کرتے ہوئے وزیر اعلی کے مشیر برائے اطلاعات سردار رضا محمد کا کہنا تھا کہ صوبے میں بڑے پیمانے پر غذائی اشیاء کے لیے پلاسٹک کی تھیلیاں، بوتلیں اور دیگر اشیاء استعمال کی جارہی ہیں جن کی تیاری میں کیمیائی اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوچکا ہے کہ یہ اجزاء صحت کے لیے انتہائی مضر ہیں۔ اس کے علاوہ پلاسٹک کی یہ اشیاء ماحول کو بھی برباد کررہی ہیں۔ (ڈان، 10 اپریل، صفحہ 5)

- جنگلات

25 جنوری: قومی اقتصادی کونسل کی اعلیٰ سطح کمیٹی (ECNEC) نے ملک میں جنگلات کی بحالی کے منصوبے گرین پاکستان پروگرام کے لیے 3.65 بلین روپے کی منظوری دیدی ہے۔ منصوبے کے تحت سندھ، پنجاب، خیبر پختونخوا میں نہروں اور شاہراہوں کے ساتھ مقامی اور تیزی سے بڑھنے والی اقسام کی شجرکاری کی جائے گی۔ اس منصوبے کے تحت پنجاب میں زیتون، کیکر اور پھلئی کے جنگلات کالا چٹا، پبی رسول اور فورٹ منرو میں لگائے جائیں گے جبکہ سندھ اور بلوچستان میں مینگروز کے جنگلات لگائے جائیں گے۔ گلگت بلتستان، جموں وکشمیر میں بھی زمینی کٹاؤ سے بچاؤ کے لیے شجرکاری کی جائے گی۔ (ڈان، 26 جنوری، صفحہ 10)

10 اپریل: مینگورہ، سیدوشریف میں شہری تنظیموں نے صدیوں پرانے درختوں کو بچانے کے لیے ضلعی انتظامیہ سے درختوں کے گرد بنایا گیا سیمنٹ کا پکا فرش ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ضلعی انتظامیہ نے سابقہ ریاست سوات کے دور کے سینکڑوں درختوں کو کاٹ دیا ہے جو اطراف میں سیمنٹ کا فرش بنانے کی وجہ سے مر گئے تھے۔ بڑے پیمانے پر درختوں کی کٹائی کی وجہ سے زیریں سوات کے درجہ حرارت میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ (ڈان، 11 اپریل، صفحہ 7)

- جنگلی حیات

28 فروری: وزیر اعلی سندھ نے تھرپارکر میں رانی کھیت کی بیماری سے موروں کی ہلاکت کا سخت نوٹس لیتے ہوئے محکمہ ویٹنری اور جنگلات کو بیماری پر قابو پانے کے لیے باہمی تعاون کی ہدایت کی ہے۔ محکمہ جنگلات کی وزیر اعلی کو پیش کردہ رپورٹ کے مطابق تھرپارکر کے مختلف دیہات میں اس بیماری سے 27 مور ہلاک ہوچکے ہیں۔ (ڈان، 1 مارچ، صفحہ 18)

3 مارچ: ورلڈ وائلڈ فنڈ فار نیچر پاکستان (WWF-P) کے ڈائریکٹر جنرل حماد نقی خان نے جنگلی حیات کے عالمی دن کے موقع پر کہا ہے کہ 1970 سے 2012 تک تقریباً 58 فیصد فقاریہ (ریڑھ کی ہڈی والے جانور) بشمول مچھلی، پرندے، رینگنے والے اور ممالیہ (دودھ پلانے والے) جانور انسانوں کی براہ راست مداخلت سے ختم ہوچکے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو 2020 تک زمین پر جنگلی حیات کی دو تہائی اقسام معدوم ہوجائینگی۔ اس سے بچنے کا واحد طریقہ ان اقسام کے تحفظ کے لیے بھرپور اقدامات اور سرمایہ کاری کرنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 مارچ، صفحہ 15)

4 مارچ: محکمہ جنگلات کے حکام کے مطابق عملے نے 1,492 موروں کی جانچ کرکے ایک درجن سے زائد بیمار موروں کو تھر کے مختلف علاقوں میں بنائے گئے خصوصی مراکز میں منتقل کردیا ہے۔ اس کے علاوہ محکمے نے مقامی افراد کو کہا ہے کہ وہ اپنے بیمار پرندوں کو موروں سے دور رکھیں۔ محکمے نے موروں کی موت کی اصل وجہ بیماری کے بجائے بھوک کو قرار دیا ہے۔ (ڈان، 5 مارچ، صفحہ 18)

پانی

- آلودگی

4 مارچ: آبی وسائل پر تحقیق کے وفاقی ادارے پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسس (PCRWR) کی جانب سے کیے گئے حالیہ سروے میں انکشاف ہوا ہے کہ سندھ کے 13 اضلاع سے، جن میں کراچی کے

تمام چھ اضلاع، سکھر، لاڑکانہ، شکارپور، بدین ٹنڈو محمد خان، تھرپارکر، حیدرآباد شامل ہیں، زمین کے اوپر اور زیر زمین پانی کے جمع کیے گئے 300 نمونوں پر کی گئی تحقیق کے بعد پانی کو انسانی استعمال کے لیے نامناسب قرار دیا گیا ہے۔ ادارے کے مطابق گذشتہ کئی سالوں سے ادارہ باقاعدگی سے پانی کے نمونوں کا تجزیہ کررہا ہے اور یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پانی کے معیار میں کسی قسم کی بہتری نہیں ہوئی ہے۔ پانی آلودہ کرنے والے عوامل پر توجہ مرکوز کیے بغیر اس کے معیار میں بہتری ممکن نہیں۔ (ڈان، 5 مارچ، صفحہ 17)

23 مارچ: ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں پانی کے پائیدار استعمال کے لیے کسی قسم کی قومی پالیسی موجود نہیں ہے۔ صرف آٹھ فیصد نکاسی آب کو پہلے مرحلے میں صاف کیا جاتا ہے۔ تاہم نکاسی آب کو صاف کرنے والے زیادہ تر پلانٹ غیر فعال ہونے کی وجہ سے نکاسی آب کی صفائی کی یہ شرح ایک فیصد ہونے کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ نکاسی آب کے دوسرے اور تیسرے مرحلے میں صفائی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ (حسن عباس، بزنس ریکارڈر، 23 مارچ، صفحہ 5)

14 اپریل: تھرپارکر میں گرانو گاؤں اور علاقے کے دیگر دیہاتوں کے رہائشیوں نے انکی زمین پر زیر تعمیر متنازعہ آبی ذخیرے میں پانی چھوڑے جانے پر سخت تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ منصوبے کے خلاف سرگرم وکیل لیلا رام کے مطابق 35 کلومیٹر دور کوئلے کی کان سے آنیوالا زہریلہ پانی قابل کاشت زمینوں کو برباد کردیگا۔ آبی ذخیرے کا تعمیراتی کام اپنے ابتدائی مراحل میں ہے تاہم اس میں پانی چھوڑنے کا عمل شروع کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 15 اپریل، صفحہ 18)

15 اپریل: سندھ میں فراہمی و نکاسی آب کی تنصیبات اور عوام کو فراہم کردہ پانی کے معیار کا معائنہ کرنے کے لیے سپریم کورٹ کی جانب سے تشکیل دیے گئے عدالتی کمیشن نے متعلقہ حکام سے پھلیلی نہر میں زہریلی فضلے کے بہاؤ کو روکنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر مختصر مدت پر مبنی منصوبہ مرتب کرنیکا حکم دیا ہے۔ جسٹس محمد اقبال کلہوڑو پر مشتمل ایک رکنی عدالتی کمیشن نے دریا خان پمپنگ اسٹیشن کے دورے کے موقع پر زہریلے پانی کو نہر

میں گرنے سے روکنے کے لیے کسی قسم کی منصوبہ بندی نہ کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (ڈان، 16 اپریل، صفحہ 19)

- آبِ حیات

29 اپریل: محکمہ کسٹم نے موچکو سے 350 افغان نسل کے کچھوے قبضے میں لے کر ایک شخص کو گرفتار کرلیا ہے۔ ڈپٹی کلیکٹر کسٹم ڈاکٹر علی رضا ترابی کے مطابق کچھوے کوئٹہ سے بذریعہ بس کراچی تک لانے والے شخص کیخلاف مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔ ضبط کیے گئے تمام کچھوے صحت مند ہیں جنہیں متعلقہ حکام کے سپرد کردیا جائے گا۔ تمام تر قانونی کارروائی کے بعد کچھوے سندھ اور بلوچستان میں اپنے قدرتی مسکن میں چھوڑ دیے جائیں گے۔ (ڈان، 30 اپریل، صفحہ 19)

آلودگی، صحت و تحفظ

12 جنوری: پی ایف اے نے لاہور کے علاقے کاہنا نوا میں ایک کارخانے پر چھاپہ مار کر مزدوروں کو دودھ اور بلائی میں گھی اور کیمیائی اجزا ملاتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ کارخانے کے مالک کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ (ڈان، 13 جنوری، صفحہ 2)

16 جنوری: منڈی میں فروخت ہونے والے ڈبے کے دودھ کو جلد خراب ہونے سے بچانے کے لیے لاشوں کو محفوظ کرنے والے کیمیائی اجزا (فارملین) کی ملاوٹ کے ہولناک انکشاف کے بعد مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے وزارت سائنس وٹیکنالوجی کا دورہ کیا جہاں یہ بات سامنے آئی کہ ڈبہ بند دودھ کی پیداوار کی ابتداء میں جانچ کے بعد سے اب تک دوبارہ ان کی جانچ نہیں کی گئی۔ سیکریٹری وزارت سائنس وٹیکنالوجی فضل عباس نے کمیٹی کو بتایا کہ ڈبہ بند دودھ ان اشیاء کی فہرست میں شامل نہیں جن کی جانچ لازمی ہے۔ انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ مستقبل میں اس کی باقاعدگی سے جانچ کی جائیگی کیونکہ اب ڈبہ بند دودھ کو لازمی طور پر جانچ کی جانے والی 108 اشیاء کی فہرست میں شامل کرلیا گیا ہے۔ (ڈان، 17

جنوری، صفحہ 4)

27 جنوری: آبی وسائل پر تحقیق کا قومی ادارہ PCRWR (پی سی آر ڈبلیو آر) کے مطابق ملک بھر میں دستیاب 10 سے 15 فیصد بوتل بند پانی آلودہ ہے جس میں کیمیائی اجزاء اور جراثیم پائے جاتے ہیں اور صحت عامہ کے لیے سنگین خطرہ ہیں۔ اکتوبر تا دسمبر 2016 کے تجزیے کے مطابق 78 بوتل بند پانی کے نمونوں میں سے 11 غیر محفوظ پائے گئے ہیں۔ چند کمپنیوں کے پانی کے نمونوں میں سنکھیا کی اضافی مقدار بھی پائی گئی ہے جو جلد، گردے، دل کے امراض اور سرطان کی بیماریوں کی اہم وجہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 جنوری، صفحہ 9)

8 مارچ: سندھ اسمبلی نے صوبے میں عوام کو صاف اور معیاری خوراک کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے متفقہ طور پر فوڈ اتھارٹی کے قیام کا بل منظور کرلیا ہے۔ سندھ فوڈ اتھارٹی بل 2016 گورنر سندھ کی منظوری کے بعد قانون کی شکل اختیار کرلے گا۔ اس قانون کے تحت غیر معیاری خوراک اور مشروبات تیار کرنے اور فروخت کرنے والوں کو قید اور جرمانے کی سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ فوڈ اتھارٹی وزیر خوراک کی سربراہی میں کام کرے گی جس میں مختلف شعبہ جات کے 16 ارکان شامل ہونگے۔ (ڈان، 9 مارچ، صفحہ 18)

10 مارچ: پشاور ہائی کورٹ میں پشاور کے رہائشیوں کو غیر معیاری دودھ فروخت کرنے کے حوالے سے دائر درخواست پر سماعت کرتے ہوئے جسٹس یحی آفریدی اور جسٹس اکرام اللہ خان نے سیکرٹری خوراک اور کمشنر پشاور کو حکومت کی جانب سے مقرر کردہ معیار کے مطابق دودھ کی فراہمی یقینی بنانے کے احکامات دیئے ہیں اور اگلی سماعت پر اس حوالے سے کارروائی پر مشتمل رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی ہے۔ درخواست گزار وکیل محمد خورشید خان کا کہنا ہے کہ عدالت مختلف متعلقہ حکام کو صوبے کے مختلف اضلاع خصوصاً پشاور میں دودھ فروخت کرنے والی تمام دکانوں کا معائنہ کرنے اور دودھ کی لیباٹری میں جانچ کروانے کی ہدایت جاری کرے۔ درخواست گزار کے مطابق پشاور کی ضلعی انتظامیہ نے 20 جنوری کو شہر میں ترسیل کے لیے پنجاب سے لایا گیا 8,000 لیٹر ملاوٹ شدہ دودھ تلف کیا تھا جس میں چونا، خوردنی تیل اور گنے کا رس پایا گیا تھا۔

(ڈان، 11 مارچ، صفحہ 7)

12 مارچ: پی ایف اے نے استعمال شدہ خوردنی تیل کو پھر سے صاف کرنے اور صوبے میں اس کی فروخت کو روکنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گو کہ اتھارٹی پہلے سے ہی صوبے میں غیر معیاری خوردنی تیل کے استعمال کے خلاف کام کررہی ہے لیکن حال ہی میں چیف جسٹس سپریم کورٹ نے ادارے کو ہدایت کی ہے کہ وہ کھانا فروخت کرنے والوں (ہوٹلوں) کی جانب سے استعمال شدہ تیل کی فروخت، اس کے دوبارہ استعمال کو روکے جو سرطان اور دیگر امراض کی وجہ ہے۔ (ڈان، 13 مارچ، صفحہ 1)

7 اپریل: ایف اے او کی جانب سے سڑکوں پر حفظان صحت کے مطابق کھانوں کی فروخت کے آزمائشی منصوبے پائلٹ اسٹریٹ فوڈ سیفٹی پروگرام کے اجرا کے موقع پر منعقد کیے گئے ورکشاپ میں چیئرمین ادارہ ترقیات اسلام آباد (CDA) شیخ انصر عزیز نے کہا ہے کہ اس منصوبے کے تحت تمام متعلقہ شعبہ جات شہر میں سڑکوں پر قائم کھانے کی دکانوں کا اندراج کرینگے، کھانوں کے معیار کے لیے سروے کیا جائے گا اور دکانداروں اور دوسرے متعلقہ افراد کو اس حوالے سے تربیت بھی دی جائے گی۔ پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر تقریبا 300,000 بچے ہر سال اسہال (ڈائریا) سے مرجاتے ہیں جس کی وجوہات میں غیر معیاری کھانا اور گندگی بھی ہے۔ چیئرمین کے مطابق وزیراعظم نے دارالحکومت میں فوڈ اتھارٹی قائم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 8 اپریل، صفحہ 4)

17 اپریل: پی ایف اے نے کھانا فروخت کرنے والے مراکز (ہوٹل اور ریسٹورنٹ) کے باورچی خانے تک صارفین کی رسائی ممکن بنانے کے لیے حکمت عملی مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل پی ایف اے نور الامین مینگل کا کہنا ہے کہ یہ جاننا صارفین کا حق ہے کہ وہ کیا کھا رہے ہیں جس کے لیے وہ پیسے ادا کررہے ہیں، کوئی بھی ہوٹل صارفین کو اس حق سے محروم نہیں کرسکتا۔ لاہور شہر کے بڑے ہوٹلوں کے منتظمین کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ زیادہ تر ہوٹلوں میں باورچی خانوں میں اتنی ہی جگہ ہوتی ہے کہ بیرے بمشکل گزر پاتے

ہیں۔ ایسی صورتحال میں صارفین کو باورچی خانے میں لانے سے وہاں جگہ مزید تنگ ہوگی جس سے عملے کا گزرنا ناممکن ہوجائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 اپریل، صفحہ 5)

24 اپریل: پی ایف اے نے اولپرز، حلیب، گڈ ملک، نیسلے ملک پیک سمیت مختلف کمپنیوں کے دودھ کے نمونے جانچنے کے بعد انھیں انسانی استعمال کے قابل قرار دے دیا ہے۔ اتھارٹی نے 15 سے 20 مارچ کے درمیان لیے گئے مختلف کمپنیوں کے دودھ کے نمونے پاکستان کونسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (PCSIR) کی لیبارٹری اور جرمنی کی دو لیباٹریوں (SGS, Intertek) کو جانچ کے لیے بھیجے تھے۔ (ڈان، 25 اپریل، صفحہ 2)

25 اپریل: ڈائریکٹر جنرل پی ایف اے نور الامین مینگل نے کہا ہے کہ ڈیڑھ سال کی رعایتی مدت ختم ہونے کے بعد کھلے کھانوں کی فروخت پر نئے قوانین کے مطابق پابندی ہوگی۔ کھلے اور ٹھیلوں پر فروخت کیے جانے والے کھانوں پر پابندی سے غذا کی صنعت کو فروغ ملے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اتھارٹی اس وقت صوبے کے پانچ اضلاع میں کام کررہی ہے اور ایک سال میں اس کا دائرہ کار پورے صوبے تک بڑھا دیا جائے گا۔ گشتی عملہ ہر گلی کوچے میں کام کرے گا جس کے لیے 700 غذائی ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 26 اپریل، صفحہ 13)

VIII۔ موسمی تبدیلی

1 جنوری: سال 2016 میں پاکستان حکومتی عدم توجہ اور سرمائے کی کمی کی وجہ سے موسمی تبدیلی کے اثرات سے بچاؤ کے لیے اقدامات کرنے میں ناکام رہا ہے۔ موسمی تبدیلی کی وجہ سے ملک میں ابتر حالات سے واقفیت کے باوجود وفاقی حکومت نے اپنے وعدے کے مطابق محکمہ موسمیات پاکستان (PMD) کو موسمی پیشنگوئی کے لیے جدید ریڈار کی خریداری کے لیے اب تک 19 بلین روپے جاری نہیں کیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 جنوری، صفحہ 3)

9 جنوری: اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ برائے موسمیات (WMO)، ایشیاء پیسفک کے نائب صدر ڈاکٹر غلام رسول نے کہا ہے کہ پاکستان میں موسمی تبدیلی کے اثرات جاری رہیں گے۔ ملک میں موسم سرما کا دورانیہ سکڑتا جارہا ہے اور موسم گرما کا طویل۔ موسم گرما کی طوالت کی وجہ سے ملک میں گرمی کی لہر کے واقعات بڑھیں گے جس سے شہری علاقوں کو سخت خطرات ہونگے۔ اس کے علاوہ پانی کی دستیابی اور اس کی طلب پر بھی براہ راست اثرات مرتب ہونگے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 جنوری، صفحہ 4)

13 جنوری: پانی کی قلت اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے ہر سال بنجر زمین کے رقبہ میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور زیر زمین آبی ذخائر میں بھی کمی واقعہ ہوتی جارہی ہے۔ اس حوالے سے وزارت موسمی تبدیلی میں ہونے والے ایک اجلاس میں سیکریٹری موسمی تبدیلی سید ابو احمد عاکف نے زمین کو بنجر ہونے سے بچانے کے لیے اقدامات پر زور دیا ہے اور یونائیٹڈ نیشنز ڈیولپمنٹ پروگرام (UNDP) کے منصوبے سسٹین ایبل لینڈ مینجمنٹ پروگرام(SLMP) کی تعریف کی جس کے تحت 2020 تک وزارت موسمی تبدیلی، صوبائی حکومتوں اور مقامی انجمنوں کے اشتراک سے 800,000 ہیکٹر بنجر زمین کو زرخیز بنایا جائے گا۔ اس منصوبے کے ذریعے ان علاقوں میں جدید ٹیکنالوجی متعارف کروائی جائے گی جو زمین کے بنجر ہونے سے متاثر ہورہے ہیں۔ کئی علاقوں میں یہ مسئلہ سنگین ہے جن میں چکوال، خوشاب، بھکر، لکی مروت، ڈیرہ اسماعیل خان، تھرپارکر، سانگھڑ، عمرکوٹ، پشین، قلعہ عبداللہ اور لسبیلہ بھی شامل ہیں۔ (ڈان، 14 جنوری، صفحہ 4)

19 فروری: ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین احمد جواد نے کہا ہے کہ کینو کی برآمد کا 350,000 ٹن ہدف مقرر کیا گیا تھا لیکن غیر متوقع ژالہ باری نے فصل کو متاثر کیا ہے جس کی وجہ سے برآمدی ہدف پورا نہیں کیا جاسکتا۔ ملکی زرعی شعبہ موسمی تبدیلی سے بری طرح متاثر ہورہا ہے اور زیر زمین پانی کی سطح کم ہوتی جارہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حال ہی میں جرمنی میں ہونے والی نمائش میں طوفان اور ژالہ باری کی پیشنگوئی کرنے والا نظام پیش کیا گیا تھا۔ اگر یہ ٹیکنالوجی پاکستان میں سرکاری اور نجی شراکت سے متعارف کروادی جائے تو پاکستان طوفان اور موسمی تبدیلی کی دیگر آفات سے اپنی پیداوار کا تحفظ کرسکتا ہے خصوصاً آم

اور کینو کا۔ (ڈان، 20 فروری، صفحہ 5)

17 مارچ: سینٹ نے وفاقی وزیر موسمی تبدیلی زاہد حامد کی جانب سے پیش کیا گیا موسمی تبدیلی ایکٹ منظور کرلیا ہے۔قومی اسمبلی اس قانون کی پہلے ہی منظوری دی چکی ہے۔اس موقع پر زاہد حامد کا کہنا تھا کہ اس قانون کے تحت پاکستان کلائمٹ چینج کونسل کے قیام کا عمل تیز ہوگا جس کے سربراہ وزیراعظم ہونگے اور تمام صوبوں کے وزیر اعلی اور وزراء جو متعلقہ محکموں سے تعلق رکھتے ہوں کے علاوہ گلگت بلتستان، فاٹا اور آزاد کشمیر کے متعلقہ حکام بھی کونسل کے رکن ہونگے۔ اس کے علاوہ مشاورتی کمیٹی میں 30 ارکان ہونگے جن میں سے 20 غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز)، محققین، سائنسدانوں، تکنیکی ماہرین اور موسمی تبدیلی سے متعلق تعلیمی اداروں سے شامل ہونگے۔ قانون کے تحت کلائمٹ چینج اتھارٹی بھی قائم کی جائے گی جو تمام شراکت داروں (وفاقی اکائیوں) سے مشاورت کے بعد موسمی تبدیلی سے متعلق پالیسی پر عملدرآمد کے لیے کردار ادا کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 مارچ، صفحہ 3)

21 مارچ: وفاقی وزیر موسمی تبدیلی زاہد حامد نے کہا ہے کہ پاکستان کی جانب سے عالمی سطح پر رضاکارانہ طور پر اپنے کاربن اخراج میں 2030 تک 20 فیصد کمی کی پیشکش پر عملدرآمد کرنے کے لیے 40 بلین ڈالر درکار ہونگے، جبکہ ہر سال 14 بلین ڈالر موسمی تبدیلی کے اثرات سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے بھی درکار ہونگے۔ موسمی تبدیلی پر ہونیوالی قومی ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر کا مزید کہنا تھا کہ موسمی تبدیلی کا بل سینٹ سے منظور ہوچکا ہے اور صدر کی منظوری کے بعد نئے قانون کے تحت تین ادارے پاکستان کلائمٹ چینج کونسل، پاکستان کلائمٹ چینج اتھارٹی اور پاکستان کلائمٹ چینج فنڈ قائم کیے جائینگے۔ (ڈان، 22 مارچ، صفحہ 4)

23 مارچ: موسمیات کے عالمی دن کی مناسبت سے منعقد تقریب میں PMD (پی ایم ڈی) کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر غلام رسول نے کہا ہے کہ موسمی تبدیلی کے اثرات سے بچاؤ کے لیے نئے ڈیموں کی تعمیر اور جنگلات میں اضافہ دو اہم طریقے ہیں جن پر فوری طور پر عملدرآمد کرنا ضروری ہے۔ نئے ڈیموں کی تعمیر سے نا

صرف پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا بلکہ سیلاب سے بچاؤ اور بجلی کی پیداوار میں بھی اضافہ ہوگا۔ ڈاکٹر غلام رسول نے جنگلات میں سرمایہ کاری کو انسانی زندگی اور بقاء کے لیے سرمایہ کاری سے تشبیہ دی ہے۔ محکمہ موسمیات کسی بھی قسم کی ہنگامی صورتحال سے بچنے کے لیے فرانس اور اومان کیساتھ تجربات کے تبادلے، پیشنگوئی اور قبل از وقت انتباہ کا نظام مضبوط کرنے کے لیے معاہدہ بھی کررہا ہے۔ (ڈان، 24 مارچ، صفحہ 18)

سبز معیشت

30 مارچ: بلوچستان اسمبلی کے سابق اسپیکر محمد اسلم بھوتانی نے چینی کمپنی کی جانب سے گڈانی، بلوچستان میں کوئلے سے چلنے والا بجلی گھر نصب کرنے کے بیان کے بعد کمپنی پر ماحولیاتی نقصانات سے تحفظ کے لیے پون چکی یا شمسی توانائی سے چلنے والے بجلی گھر قائم کرنے پر زور دیا ہے۔ مجوزہ بجلی گھر حبکو کمپنی کے تعاون سے ترقیاتی مقاصد کے لیے تعمیر کیا جارہا ہے نا کہ منافع کے حصول کے لیے اور فلاحی مقاصد کے حصول کے لیے توانائی کے دیگر ذرائع بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ دنیا بھر میں کم ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ یہ المیہ ہے کہ بین الاقوامی کمپنیاں منافع کے لیے ماحول دشمن غیر پائیدار منصوبے متعارف کرواتی ہیں اور ترقی کے نام پر عوام کا استحصال کرتی ہیں۔ (ڈان، 31 مارچ، صفحہ 5)

- شمسی توانائی

17 جنوری: وزیر اعظم نواز شریف نے وزارت پانی و بجلی کو ہدایت کی ہے کہ وہ 600 میگاواٹ کے شمسی توانائی منصوبے کی تعمیر کے لیے پنجاب کی معاونت کرے۔ حکام کے مطابق کچھ عرصہ قبل اعلی سطحی اجلاس میں وزیر اعظم کو بتایا گیا تھا کہ چند کمپنیوں نے شمسی توانائی منصوبے تعمیر کرنے اور 6.5 سینٹ فی یونٹ قیمت پر بجلی کی پیداوار کے لیے پنجاب حکومت سے رجوع کیا ہے۔ کمپنیوں کی جانب سے پیش کردہ نرخ نیشنل الیکٹرک پاور ریگولیٹری اتھارٹی (NEPRA) کی جانب سے مقرر کردہ نرخ 10.8 سینٹ سے کہیں زیادہ کم ہیں۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے بھی زور دیا ہے کہ 600 میگاواٹ کے شمسی توانائی منصوبے کی پیشکش پر پیش رفت ہونی چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 جنوری، صفحہ 11)

26 جنوری: ایک خبر کے مطابق بہاولپور کی عوام کو سستی بجلی کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے پنجاب حکومت نے ترک کمپنی کے ساتھ قائد اعظم سولر پارک میں چھ ماہ کی مدت میں 100 میگاواٹ کے شمسی توانائی منصوبے کی تعمیر کا معاہدہ کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 جنوری، صفحہ 5)

28 فروری: کراچی میں چینی سفیر مسٹر وانگ یو سے ملاقات میں وزیر اعلی سندھ نے چین کے تعاون سے سندھ کے دور دراز دیہی علاقوں میں شمسی توانائی کی فراہمی کا منصوبہ (Solar Village Electrification Programme) شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت سندھ کے سالانہ ترقیاتی منصوبے میں دیہات میں بجلی کی فراہمی کے لیے دو بلین روپے کا بجٹ مختص ہے جبکہ رواں سال اس میں 500 ملین روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے چینی سفیر کا کہنا تھا کہ ان کی حکومت نے سندھ کے دیہی علاقوں میں شمسی توانائی کے پینل فراہم کرنے کے لیے ابتدائی طور پر 80,000 ڈالر مختص کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 مارچ، صفحہ 13)

- ہوائی توانائی

6 فروری: وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے ڈنمارک کے سفیر سے ملاقات کے دوران باہمی دلچسپی کے امور، دوطرفہ تعلقات کے فروغ اور مختلف شعبہ جات میں تعاون بڑھانے پر زور دیا ہے۔ اس موقع پر وزیر اعلی کا کہنا تھا کہ ڈنمارک کی کمپنی (Vestas) کی جانب سے ہوائی توانائی منصوبے کے ذریعے فی یونٹ 6.7 سینٹ قیمت پر سستی بجلی کی فراہمی یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 7 فروری، صفحہ 9)

IX۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

9 مارچ: صوبہ پنجاب میں فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کا ادارہ ٹیکنکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی (TEVTA) دوسرے مرحلے میں 32,000 بے روزگار نوجوانوں کو مفت تربیت فراہم کرے گا۔ ادارہ پہلے مرحلے میں 30,000 نوجوانوں کو یہ تربیت مفت فراہم کرچکا ہے۔ چیئرمین TEVTA (ٹیوٹا) عرفان قیصر شیخ

کے مطابق نوجوانوں کو صنعتوں میں مطلوب 44 اقسام کی فنی مہارت پر مبنی مختصر دورانیے کی تربیت دی جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 10 مارچ، صفحہ 5)

22 مارچ: سسٹین ایبل پالیسی ڈیولپمنٹ انسٹی ٹیوٹ (SDPI) اور سینٹر فار انٹرنیشنل پرائیوٹ انٹرپرائز (CIPE) کی جانب سے مشترکہ طور پر منعقد کیے گئے ایک مباحثے میں معروف ماہر اقتصادیات قیصر بنگالی نے کہا ہے کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو اپنے ملک کے غریبوں کا خیال نہیں رکھتا۔ وفاقی اور صوبائی حکومت نے طویل مدت پر مبنی ترقیاتی منصوبوں سے معاشرے کو محروم رکھ کر کمزور طبقے کو مراعات یافتہ طبقے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ پاکستان میں 1977 سے اب تک کوئی سرکاری رہائشی منصوبہ جاری نہیں کیا گیا جبکہ امیروں کے لیے آئے دن اخبارات میں رہائشی محلات کے اشتہارات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ (ڈان، 23 مارچ، صفحہ 11)

30 مارچ: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے شعبے معاشیات میں منعقد کیے گئے ایک سیمینار میں مقررین نے حکومت سے دیہی غربت اور سرکاری خدمات کی فراہمی پر توجہ دینے پر زور دیا ہے۔ مشرقی اور جنوب مشرقی ایشیاء کی کامیابی حادثاتی نہیں وہاں دیہی غربت کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کیے گئے ہیں۔ پاکستان نے اس مسئلے کے حل کے لیے 1950 سے اب تک کوئی توجہ نہیں دی نہ ہی سرکاری خدمات کی فراہمی کے لیے سرمایہ کاری کی۔ حکومت تعلیم اور صحت کے شعبوں اور دیہات میں بنیادی ڈھانچے کی تعمیر پر توجہ دے تاکہ وہاں صنعتیں لگائی جاسکیں۔ (بزنس ریکارڈر، 31 مارچ، صفحہ 173)

24 اپریل: ایک مضمون کے مطابق ملک کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں ڈیفنس سوسائٹیز، بحریہ ٹاؤن اور اب فضائیہ اسکیم موجود ہیں جن میں ایک قدر مشترک ہے کہ یہ تمام منصوبے امیروں اور متمول متوسط طبقے کے لیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نا تو حکومت اور نا ہی نجی شعبہ غریب شہری آبادی اور کم آمدنی والے افراد کے رہائشی مسائل حل کرنے کے لیے سنجیدہ ہے۔ صرف کراچی میں ہی 55 فیصد آبادی 500 کچی آبادیوں میں

رہائش پزیر ہے جسے قانونی شکل دے دی گئی ہے۔ جہاں تک بنیادی ڈھانچے کی فراہمی میں عدم مساوات کا معاملہ ہے غریب اور کم آمدنی والے خاندانوں کو خستہ حال بنیادی ڈھانچے کی قیمت چکانی پڑتی ہے جبکہ امیر فراہمی و نکاسی آب، صحت و صفائی اور تعلیم کی جدید سہولیات کے مزے اڑاتے ہیں۔ دراصل یہاں دو الگ قومیں دو الگ دنیاؤں میں رہ رہی ہیں۔ (تسنیم صدیقی، ڈان، 24 اپریل، صفحہ 8)

- انکم سپورٹ پروگرام

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

17 جنوری: آکسفورڈ پالیسی مینجمنٹ (OPM) کی جانب سے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کے غربت پر اثرات کے حوالے سے کی گئی جانچ اور تحقیق کے مطابق جنوبی ایشیا کا یہ سب سے بڑا امدادی پروگرام جو 5.9 ملین افراد کو امداد فراہم کررہا ہے (فوڈ انرجی انٹیک فارمولے کے تحت) ملک میں سات فیصد تک غربت میں کمی کرسکتا ہے۔لیکن اگر بنیادی ضروری اشیاء کی لاگت (کاسٹ آف بیسک نیڈز فارمولے) کے تحت اس کا موازنہ کیا جائے تو اس پروگرام کا غربت کم کرنے میں کردار کمزور ہے جو صرف تین فیصد غربت کم کرنے میں معاون ہے۔ (ڈان، 18 جنوری، صفحہ 3)

31 جنوری: ایک خبر کے مطابق BISP (بی آئی ایس پی) نے امداد وصول کرنے والوں کی سماجی و معاشی حوالے سے درست معلومات حاصل کرنے کے لیے نیشنل سوشیو اکنامک رجسٹری (NSER) کو مکمل کرنے کے کام کو مزید تیز کردیا ہے جو ملک بھر میں بی آئی ایس پی سے فائدہ اٹھانے والوں کی مزید تفصیلات فراہم کرے گا۔ اس کے علاوہ اہل ضرورت مندوں کی نشاندہی بھی کی جاسکے گی جو اب تک استفادہ حاصل کرنے والوں میں شامل نہیں ہیں۔ اس سروے کے ذریعے پچھلے پانچ سالوں میں امداد لینے والوں کی زندگی میں ہونے والی معاشی تبدیلیوں کا احاطہ بھی کیا جائے گا۔ (ڈان، 1 فروری، صفحہ 3)

4 فروری: بی آئی ایس پی نے NSER (این ایس ای آر) کے تحت ٹھٹھہ اور سجاول میں گھر گھر سروے کے

کام کا آغاز کردیا ہے۔ 300,000 گھرانوں کے لیے 250 سے زائد افراد کا عملہ مقرر کیا گیا ہے۔ عملے کی تربیت کا کام جاری ہے اور 14 فروری سے گھرانوں کے اندراج کا آغاز ہوگا۔ چیئرپرسن بی آئی ایس پی ماروی میمن کے مطابق منصوبے کے تجرباتی مرحلے میں سروے کا کام جاری ہے جو اس سال اگست میں مکمل ہوگا۔ (ڈان، 5 فروری، صفحہ 3)

9 فروری: چیئرپرسن بی آئی ایس پی ماروی میمن نے لاہور پریس کلب کے دورے کے دوران کہا ہے کہ پروگرام کا بجٹ 40 بلین روپے سے 115 بلین روپے تک بڑھا دیا گیا ہے۔ بی آئی ایس پی کے تحت اس وقت تین اہم منصوبے وسیلہ تعلیم، نقد رقم کی منتقلی اور این ایس ای آر جاری ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 10 فروری، صفحہ 5)

- مائیکروفنانس

19 اپریل: وزیراعلی سندھ کی معاون خصوصی برائے ترقی نسواں (ویمن ڈیولپمنٹ) ارم خالد اور سندھ بینک لمیٹڈ کے سربراہ طارق احسان نے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں جس کے مطابق بینک ہنرمند اور چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والی عورتوں کو 50,000 روپے بلاسود قرض فراہم کرے گا۔ اس قرض کی واپسی کی مدت تین سال ہوگی جسے آسان اقساط میں وصول کیا جائے گا۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 11)

غذائی کمی

9 جنوری: وفاقی حکومت نے تاحال سال 18-2016 کے لیے جون 2016 میں صحت عامہ کی وزارت نیشنل ہیلتھ سروسز، ریگولیشنز اینڈ کوآرڈینیشن (NHSRC) کی جانب سے منظور کردہ قومی غذائی منصوبے پاکستان نیوٹریشن پروگرام کی منظوری نہیں دی۔ اس منصوبے کا مقصد آبادی میں غذائی کمی کی صورتحال خصوصاً لڑکیوں، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں اور پانچ سال سے کم عمر بچوں میں غذائی کمی کی صورتحال کو بہتر بنانا ہے۔ سرکاری حکام نے نام صیغہ راز میں رکھنے کی شرط پر ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ پاکستان میں غذائی کمی کے مسئلے کو

ہنگامی بنیادوں پر حل کرنے کی ضرورت ہے لیکن اب تک اس حوالے سے کوئی اہم اقدامات نہیں کیے گئے کیونکہ یہ مسئلہ حکومت کی ترجیحات میں شامل نہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 جنوری، صفحہ 4)

11 فروری: پاکستان ایمرجنسی فوڈ سیکیورٹی الائنس (PEFSA) کی جانب سے مرتب کردہ رپورٹ (Children on the Move) کے مطابق صرف سندھ میں پانچ سال سے کم عمر 57 فیصد بچے نشوونما میں کمی کے شکار ہیں۔ اس حوالے سے وفاقی وزارت صحت کے شعبہ غذائیت کے ڈائریکٹر بسیر خان اچکزئی کے مطابق تمام صوبوں میں سندھ غذائی کمی سے نمٹنے کے لیے سب سے زیادہ رقم خرچ کررہا ہے لیکن غذائی کمی میں اب تک کوئی واضح بہتری نہیں دیکھی گئی ہے۔ عالمی سطح پر کسی بھی خطے میں جب شدید غذائی کمی 15 فیصد سے بڑھ جاتی ہے تو ہنگامی حالت کا اعلان کردیا جاتا ہے جبکہ سندھ میں شدید غذائی کمی کی شرح 23 فیصد تک پہنچ گئی ہے لیکن اب تک کوئی سنجیدہ اقدامات اس حوالے سے نہیں کیے گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 12 فروری، صفحہ 3)

12 اپریل: ضلعی محکمہ صحت کے مطابق تھرپارکر میں حال ہی میں ہونے والی بچوں کی ہلاکت کے بعد اس سال جنوری سے اب تک مرنے والے بچوں کی تعداد 96 ہوگئی ہے، جبکہ غیرسرکاری تنظیموں، صحافیوں اور دیگر آزاد زرائع کے مطابق تھر میں 3,000 سے زائد بچے بھوک اور بیماریوں سے جانبحق ہوچکے ہیں جبکہ پانچ سال سے کم عمر 400,000 سے زیادہ بچے چھ صحت کے مراکز پر مختلف امراض خصوصاً غذائی کمی میں مبتلا لائے گئے۔ بیمار بچوں کے والدین شکایت کررہے ہیں کہ ان پر ڈاکٹروں کی جانب سے دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حیدرآباد لے جائیں۔ (ڈان، 13 اپریل، صفحہ 19)

16 اپریل: چیف جسٹس سپریم کورٹ میاں ثاقب نثار نے مٹھی کے سرکاری ہسپتال میں غذائی کمی اور طبی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے پانچ بچوں کی ہلاکت کا نوٹس لیتے ہوئے چیف سیکریٹری سے 36 گھنٹے میں رپورٹ طلب کرلی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اپریل، صفحہ 3)

18 اپریل: سپریم کورٹ کی جانب سے دو دن پہلے تھر میں بچوں کی ہلاکت کا ازخود نوٹس لینے کے بعد تھر میں محکمہ صحت اور اس سے جڑے اداروں نے زرائع ابلاغ کو کسی بھی قسم کی معلومات دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ضلعی افسر محکمہ صحت ڈاکٹر محمد اخلاق خان کا کہنا تھا کہ انہیں زرائع ابلاغ کو اعداد و شمار فراہم کرنے سے سختی سے روک دیا گیا ہے۔ حال ہی میں ڈاکٹر محمد اخلاق کی جانب سے فراہم کیے گئے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس سال 16 اپریل تک ضلع میں ہلاک ہونے والے بچوں کی تعداد 99 ہو چکی ہے۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 19)

X۔ قدرتی بحران

خشک سالی

18 اپریل: سندھ حکومت کی جانب سے سپریم کورٹ ازخود نوٹس کے جواب میں تھر میں بچوں کی ہلاکت کے حوالے سے پیش کردہ رپورٹ میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر آنے والے مون سون کے موسم میں بھی بارشیں نہ ہوئیں تو ضلع تھر پارکر میں صورتحال مزید خراب ہو سکتی ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ یہ علاقہ پانی کی قلت، طبی سہولیات نہ ہونے اور مضافاتی آبادی ہونے کی وجہ سے متاثر ہے۔ محکمہ صحت ضلع تھر پارکر کے افسر کی جانب سے پیش کی گئی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہلاک ہونے والے پانچ بچے غذائی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری مختلف بیماریوں سے جانبحق ہوئے ہیں۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 3)

بارشیں / طوفان

5 فروری: ملک کے مختلف علاقوں میں بارشوں اور مٹی کے تودے گرنے سے 15 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق چترال میں تودے گرنے کی وجہ سے دس افراد ہلاک اور نو زخمی ہوئے ہیں۔ اس طرح کے حادثات خیبر پختونخوا کے دیگر علاقوں اور فاٹا کے بعض علاقوں میں پیش آئے جس سے مزید پانچ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ غیر سرکاری تنظیموں اور حکومت کی جانب سے متاثرین کی بحالی کے لیے امدادی کاروائیاں شروع کر دی گئی ہیں۔ (ڈان، 6 فروری، صفحہ 1)

22 اپریل: باجوڑ ایجنسی اور لوئر دیر میں سخت طوفان کی وجہ سے دو بچوں سمیت تین افراد ہلاک ہوگئے جبکہ پانچ افراد زخمی ہیں۔ اس کے علاوہ ہزارہ ڈویژن اور شانگلہ میں بھی تیز بارشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ تمام زخمیوں کو ایجنسی کے تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 23 اپریل، صفحہ 7)

برفباری

5 فروری: ایک خبر کے مطابق شانگلہ کے گاؤں کارورا کے رہائشیوں نے مٹی کے تودے گرنے کے بعد محفوظ مقامات کی طرف منتقل ہونا شروع کردیا ہے۔ ضلع میں تین سے چار فٹ تک برف پڑی ہے جس سے معمولات زندگی متاثر ہوئے ہیں۔ (ڈان، 6 فروری، صفحہ 7)

18 فروری: ایک خبر کے مطابق چترال کے ایک گاؤں سوریخ میں برفانی تودے گرنے سے ایک فرد جاں بحق اور دو افراد شدید زخمی ہوگئے ہیں۔ (ڈان، 19 فروری، صفحہ 7)

سیلاب

16 مارچ: وفاقی وزیر موسمی تبدیلی زاہد حامد نے سینٹ کو بتایا کہ پچھلے تین سال میں مون سون کے دوران آنے والے سیلابوں سے 1,029 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ 2014 تا 2016 کے درمیان 4.5 ملین افراد سیلاب سے متاثر ہوئے۔ سب سے زیادہ جانی نقصان 2014 کے مون سون کے دوران ہوا جس میں 367 افراد ہلاک اور 232 زخمی ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ 105,102 گھر تباہ جبکہ 4,065 گاؤں شدید متاثر ہوئے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 مارچ، صفحہ 9)

10 اپریل: پاکستان پہلی بار دریائے سندھ پر سیلاب کی پیشگی اطلاع کا نظام نصب کرے گا جو ملک کو مالی اور جانی نقصان سے بچاؤ میں مدد فراہم کرے گا۔ اقوام متحدہ کا ادارہ یونائیڈ نیشنز ایجوکیشنل، سائنٹفک اینڈ کلچرل آرگنائزیشن (UNESCO) ملک میں آبی وسائل پر تحقیق کرنے والے ادارے پی سی آر ڈبلیو آر اور پی ایم

ڈی کے ساتھ مل کر اس نظام کو مزید بہتر کرنے اور اس حوالے سے پاکستان کی انتظامی صلاحیت میں اضافے کے لیے مدد فراہم کررہا ہے۔ پی سی آر ڈبلیو آر کی ترجمان ڈاکٹر لبنیٰ ناہید بخاری کا کہنا ہے کہ اس نظام کے تحت حاصل شدہ اعدادوشمار کی بنیاد پر سیلاب اور اس کی شدت کی باآسانی پیشگوئی کی جاسکتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 اپریل، صفحہ 2)

زلزلہ

8 فروری: بلوچستان کے علاقوں گوادر، پسنی، جیوانی اور تربت میں آنے والے 6.4 میگنی ٹیوڈ زلزلے سے پسنی کے علاقے میں ایک لڑکی زخمی ہوگئی جبکہ تقریباً 60 کچے گھر منہدم ہوگئے ہیں۔ زلزلے کا مرکز 23 کلومیٹر جنوب مغرب میں پسنی کا ساحلی علاقہ اور 90 کلومیٹر جنوب میں تربت کا علاقہ تھا۔ (ڈان، 9 فروری، صفحہ 16)

3 مارچ: بلوچستان کے خضدار، قلات اور مستونگ اضلاع میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔ محکمہ موسمیات کے مطابق زلزلے کی شدت ریکٹر سکیل پر 3.5 میگنی ٹیوڈ تھی۔ مقامی انتظامیہ کے مطابق زلزلے سے کسی بھی نقصان کی اب تک کوئی اطلاع نہیں ہے۔ (ڈان، 4 مارچ، صفحہ 5)

XI۔ مزاحمت

10 جنوری: ماہی گیروں اور کشتی مالکان نے بنگالی مہاجرین کو کراچی فشریز ہاربر اتھارٹی (KFHA) کی جانب سے ماہی گیر کشتی کے عملے کو جاری کیے جانے والے شناختی کارڈ (کرو کارڈ) کی تجدید نہ کرنے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ نیشنل ایلین رجسٹریشن اتھارٹی (NARA) بنگالیوں کو شناختی کارڈ جاری کرے تاکہ KFHA (کے ایف ایچ اے) ان کے کرو کارڈ کی تجدید کرسکے اور وہ گہرے پانی میں ماہی گیری کرسکیں۔ سندھ ٹرالرز اونرز اینڈ فشرمین ایسوسی ایشن (STOFA) کے صدر حبیب اللہ خان نیازی کا کہنا ہے کہ اگر بنگالیوں کو شناختی کارڈ جاری نہ کیے گئے تو ماہی گیری شعبے میں صورتحال بدتر ہوسکتی ہے کیونکہ بڑی تعداد میں بنگالی مہاجرین ماہی گیر کشتیوں پر اور جھینگے صاف کرنے کی صنعت میں مزدوری کرتے ہیں۔ بنگالیوں

کو شناختی کارڈ جاری نہ ہونے کی بنا پر عملے کی کمی کی وجہ سے تقریباً 30 فیصد ماہی گیر کشتیاں ساحل پر کھڑی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 11 جنوری، صفحہ 4)

29 اپریل: تھر میں گرانو گاؤں کے مکینوں نے متنازعہ آبی ذخیرے کی تعمیر کے حوالے سے دوبارہ سروے کے لیے منعقد کی گئی عوامی کچہری کا بائیکاٹ کردیا ہے۔ مکینوں کا کہنا تھا کہ محکمہ ریونیو اور سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی (SECMC) صرف معاملے کو طول دے رہے ہیں اور ان کے مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ نہیں ہیں۔ مقامی رہنماؤں بشمول لیلا رام نے کچہری کے بائیکاٹ کے بعد اسلام کوٹ پریس کلب پر احتجاج کیا۔ مقامی افراد نے محکمہ ریونیو کی جانب سے تیار کردہ نئے نقشے کو مسترد کرتے ہوئے الزام عائد کیا ہے کہ سات ماہ قبل ہونیوالے سروے کے مقابلے میں اس سروے کا دائرہ کار مزید علاقوں تک بڑھا دیا گیا ہے۔ (ڈان، 30 اپریل، صفحہ 19)

زمین

1 فروری: کسانوں کی تنظیم ایس جی اے نے حکومت سندھ کو خبردار کیا ہے کہ اگر زرعی شعبہ کے تحفظ کے لیے ان کے مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو وہ لانگ مارچ کریں گے وزیر اعلی ہاؤس کے سامنے دھرنا دینگے۔ تنظیم کے ارکان کا کہنا ہے کہ حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے صوبے میں زرعی شعبہ تقریبا تباہ ہوچکا ہے۔ بااثر جاگیردار اور سیاستدان جنگلات کی زمین پر قابض ہیں اور درختوں کی غیر قانونی کٹائی عروج پر ہے جس کی وجہ سے سیم تھور میں اضافہ ہورہا ہے اور ہزاروں ایکڑ زرعی زمین بنجر ہورہی ہے۔ ارکان نے اعلی عدلیہ سے اپیل کی ہے کہ وہ نوٹس لے اور سندھ میں زراعت کو تحفظ فراہم کرے۔ (ڈان، 2 فروری، صفحہ 19)

پانی

9 مارچ: فاضل راہو (سابقہ گولارچی) میں چھ ماہ سے آبپاشی اور پینے کے پانی کی شدید کمی کے خلاف احتجاجی ہڑتال کی گئی ہے۔ سابق وزیر داخلہ ڈاکٹر ذوالفقار مرزا نے بدین اور ٹنڈو باگو میں اخباری نمائندوں

سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ صوبائی حکومت پر پانی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے دباؤ ڈالیں۔ (ڈان، 10 مارچ، صفحہ 19)

4 اپریل: حیدرآباد میں سندھ پروگریسو کمیٹی (SPC) نے پانی کی کمی اور دریائے سندھ میں بڑھتی ہوئی آلودگی کیخلاف 23 اپریل کو احتجاج کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ عوامی ورکرز پارٹی (AWP) کے دفتر میں ہونیوالے اجلاس میں ارکان کا کہنا تھا کہ زیریں سندھ میں کپاس کی بوائی کا عمل شروع ہوچکا ہے اور پانی کی کمی بوائی کو بری طرح متاثر کررہی ہے جبکہ بالائی سندھ میں چاول کی فصل بھی پانی کی کمی سے متاثر ہوگی۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 19)

17 اپریل: بدین کے علاقے ملکانی شریف ٹاؤن میں آبپاشی اور پینے کے پانی کی شدید کمی کے خلاف مقامی تاجروں اور کسان تنظیموں کی درخواست پر مکمل ہڑتال رہی۔ مظاہرین نے مقامی پریس کلب کے باہر دھرنا دے کر سندھ حکومت کے امتیازی رویے کیخلاف احتجاج بھی کیا۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ مصنوعی طور پر پیدا کردہ پانی کے بحران سے ان کی زرعی زمینیں برباد ہورہی ہیں اور سپریم کورٹ کے حکم کے باوجود متعلقہ حکام مقررہ مقدار کے مطابق پانی فراہم نہیں کررہے ہیں۔ محکمہ آبپاشی حکام کی مدد سے بااثر جاگیردار ان کا پانی چوری کررہے ہیں۔ (ڈان، 18 اپریل، صفحہ 19)

24 اپریل: سندھ آبادگار ایسوسی ایشن (SAA) کی سربراہی میں حیدرآباد پریس کلب کے باہر پانی کی قلت کے خلاف گزشتہ آٹھ دنوں سے دھرنا دینے والے خیرپور گمبو، نصیرپور سب ڈویژن سے تعلق رکھنے والے نہر کے آخری سرے کے کسانوں نے سپریم کورٹ سے اپیل کی ہے کہ وہ خیرپور گمبو میں پانی قلت پر ازخود کارروائی کرے اور محکمہ آبپاشی کو مقررہ مقدار میں پانی فراہم کرنے کا حکم دے۔ SAA (ایس اے اے) کے عہدیدار طارق محمود آرائیں اور دیگر نے پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ 2013 میں سپریم کورٹ نے محکمہ آبپاشی کو نہر کے آخری سرے کے علاقوں میں پانی کی منصفانہ فراہمی اور بااثر افراد کی جانب سے پانی کی

چوری روکنے کا حکم دیا تھا لیکن اس فیصلے پر اب تک عملدرآمد نہیں ہوا۔ بدعنوان سیاستدان اور افسر شاہی کبھی پنجاب کی طرف سے پانی چوری ہونے اور کبھی نہروں کی صفائی کے بہانے علاقے کا پانی بند کردیتے ہیں۔ کسانوں کی کھڑی فصلیں اور 67 ہزار ایکڑ زرعی زمین پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے برباد ہورہی ہے۔ کسان پانی کے لیے احتجاج کرکے تنگ آچکے ہیں اور تمام کسان اپنے حقوق کے لیے 27 اپریل کو ریل کی پٹری پر لیٹ کر جان قربان کردینگے۔ (ڈان، 25 اپریل، صفحہ 19)

26 اپریل: عمرکوٹ میں بلدیاتی نمائندوں اور کاشتکاروں نے خبردار کیا ہے کہ اگر چار روز میں انہیں پانی فراہم نہ کیا گیا تو وہ جمڑاؤ کنال پر محکمہ آبپاشی و نکاسی سندھ (SIDA) کے مینیجنگ ڈائریکٹر کے دفتر کا محاصرہ کریں گے۔ پریس کانفرنس کرتے ہوئے کاشتکاروں کا کہنا تھا کہ اگر انہیں پانی نہیں ملا تو وہ خریف کی فصل کاشت نہیں کرسکیں گے اور انہیں بھاری مالی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ (ڈان، 27 اپریل، صفحہ 19)

ماحول

4 اپریل: مکلی اور ٹھٹھہ کے درجنوں شہریوں نے فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن (FWO) کی جانب سے تعمیر کردہ پتھر توڑنے والے کارخانے سے دھول اور دھویں کے اخراج کے خلاف احتجاج کیا۔ مظاہرین نے قومی شاہراہ پر دھرنا دے کر گاڑیوں کی آمدورفت بھی معطل کردی۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ آلودگی کی وجہ سے عوام جلد، آنکھوں، پیٹ اور سانس کے امراض میں مبتلا ہورہے ہیں۔ رہائشی علاقوں میں پتھر توڑنے کا کارخانہ نصب کرنا غیر قانونی ہے لیکن متعدد درخواستوں کے بعد بھی مسئلے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 19)

XII۔ بیرونی امداد

6 فروری: وزیر اعلی پنجاب کی سربراہی میں ہونیوالے ایک اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ ADB (اے ڈی بی) اور فرانس کا ترقیاتی بینک (AFD) پنجاب کے 15,000 اسکولوں، 700 بنیادی صحت کے مراکز اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کو شمسی توانائی پر منتقل کرنے کے لیے مالی معاونت میں اضافہ کریگا۔ یہ منصوبہ مختلف مراحل میں

مکمل کیا جائیگا جس کے لیے انتظامی کمیٹی تشکیل دیدی گئی ہے۔ (ڈان، 6 فروری، صفحہ 6)

عالمی بینک

15 مارچ: پاکستان میں قابل تجدید توانائی کی پیداواری صلاحیت میں اضافے کے لیے عالمی بنک نے 200 ملین ڈالر قرض کی منظوری کا عمل شروع کردیا ہے جبکہ مزید درکار 100 ملین ڈالر قرض گرین کلائمٹ فنڈ (GCF) فراہم کرے گا۔ منصوبے کے تحت شمسی توانائی کی پیداوار کا منصوبہ اس طرح سے تیار کیا گیا ہے کہ شمسی پینل (فوٹو والٹک ٹیکنالوجی) کو ہوائی یا پن بجلی منصوبے کے ساتھ ایک ہی بجلی گھر (گرڈ اسٹیشن) کے ذریعے چلایا جاسکتا ہے۔ عموماً زمین کی دستیابی شمسی توانائی منصوبے پر عملدرآمد میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس منصوبے میں شمسی توانائی کی فراہمی پن بجلی کی توانائی منتقل کرنیوالے تاروں کے ذریعے سے ہی ہوسکے گی۔ (ڈان، 16 مارچ، صفحہ 11)

امریکی امداد

9 فروری: امریکی امدادی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) نے بارانی علاقوں کے لیے زرعی تحقیق کے ادارے بارانی ایگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (BARI) کے ساتھ زیتون کے تحقیقی مرکز کے قیام کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ حکومت پنجاب کا زیتون کی کاشت کو فروغ دینے کے لیے قائم کردہ ادارہ اولو ڈیولپمنٹ گروپ USAID (یو ایس ایڈ) کے پنجاب اینبلنگ انوائرنمنٹ پروجیکٹ (PEEP) کی مدد سے سرکاری اور نجی شعبے کے ساتھ مل کر صوبے میں زیتون کے کاروبار کے لیے ماحول کو سازگار بنانے میں کوشاں ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 فروری، صفحہ 13)

آسٹریلین امداد

12 جنوری: ایک خبر کے مطابق بیٹر کاٹن انیشیٹو (BCI) کے اشتراک سے آسٹریلیا کی حکومت پاکستان میں کپاس کے 225,000 کسانوں کو تربیت فراہم کرنے کے لیے مدد فراہم کرے گی۔ آسٹریلیا کے سفیر نے

اپنے بیان میں کہا ہے کہ کپاس کی بوائی کے حوالے سے کسانوں کو مکمل تربیت کے ساتھ ساتھ آلات بھی فراہم کیے جائینگے۔ کسانوں کو کپاس کی کاشت کے بہتر طریقہ کار کی تربیت بہتر ماحولیاتی، سماجی اور معاشی فوائد پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے کپاس کے معیار کے عالمی نظام کے مطابق دی جائے گی۔ پاکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والا چوتھا بڑا ملک ہے۔ اس طرح کی تربیت سے پاکستان کو بین الاقوامی منڈی میں دیگر ممالک سے مقابلہ کرنے میں مدد ملے گی۔ اس منصوبے پر آسٹریلیا 500,000 آسٹریلین ڈالر خرچ کرے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 جنوری، صفحہ 11)

13 اپریل: آسٹریلیا کی حکومت نے اقوام متحدہ کے عالمی غذائی پروگرام کی مدد سے پاکستان میں بھوک، غذائی کمی کے خاتمے اور غذائی تحفظ کے حصول کی خاطر خوراک میں اضافی غذائیت (فورٹیفکشن) شامل کرنے کے لیے ایک ملین ڈالر کی اضافی امداد کا اعلان کیا ہے۔ اس حکمت عملی کا مقصد ملک میں غذائیت (مائیکرو نیوٹرنٹ) کی کمی کے مسئلے پر قابو پانا ہے جسے عام طور پر چھپی بھوک یا ہڈن ہنگر کہا جاتا ہے۔ قومی غذائی سروے 2011 کے مطابق پاکستان میں آدھی سے زیادہ عورتیں اور بچے غذائی کمی کے شکار ہیں۔ (ڈان، 14 اپریل، صفحہ 3)

برطانوی امداد

3 جنوری: ایک خبر کے مطابق برطانوی حکومت نے اپنے غیر ملکی امدادی پروگرام پر ہونے والی تنقید کو مسترد کردیا ہے۔ لندن کے ایک اخبار ڈیلی میل میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا تھا کہ برطانیہ سے پاکستانیوں کو ملنے والی امدادی رقم مستحق افراد تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ اخبار نے امدادی پروگرام میں بے ضابطگیوں کا انکشاف بھی کیا تھا۔ اخبار نے لکھا کہ 235,000 خاندان ہر تین ماہ بعد یہ رقم حاصل کررہے ہیں جو بی آئی ایس پی کے ذریعے بجھوائی جاتی ہے۔ خبر کے ساتھ پشاور کی ایک تصویر بھی شائع کی گئی جس میں اے ٹی ایم مشین کے باہر لوگ قطار میں کھڑے ہیں جن کے بارے میں اخبار نے لکھا تھا کہ ان میں سے کچھ برطانوی حکومت کی جانب سے فراہم کی گئی نقد رقم نکلوا رہے ہیں۔ تاہم بین الاقوامی امداد پر کام کرنے والے برطانوی حکام کا اصرار ہے کہ بدعنوانی کے حوالے سے عدم برداشت کا رویہ اپنایا جاتا ہے۔ برطانوی حکام نے

پاکستان کی جانب سے بی آئی ایس پی کے لیے انگوٹھے کے نشان (بائیو میٹرک) کے استعمال کی تعریف کی ہے۔ (ڈان، 4 جنوری، صفحہ 1)

XIII۔ پالیسی

بین الاقوامی معاہدے

- سندھ طاس معاہدہ پاک بھارت تنازعہ

2 جنوری: سرکاری زرائع کے مطابق امریکی انتظامیہ نے پاک بھارت آبی تنازعہ کو پرامن طریقہ سے حل کرنے کے لیے کوششوں کا آغاز کردیا ہے۔ اس سے قبل امریکی سینیٹر جان کیری نے وزیرخزانہ اسحاق ڈار سے تنازعے کے دوستانہ حل کے لیے مختلف نکات پر بات چیت کی تھی۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 5)

4 جنوری: امریکی محکمہ داخلہ نے بھارت اور پاکستان کو یاد دہانی کروائی ہے کہ سندھ طاس معاہدہ 50 سالہ پرامن باہمی تعاون کی مثال ہے اور دونوں مما لک کو اس معاہدے کے تحت اپنے تنازعات کے حل کے لیے اسے جاری رکھنا چاہیے۔ واشنگٹن میں پریس کانفرنس کے دوران محکمے کے ترجمان جان کربی کا کہنا تھا کہ امریکہ دونوں مما لک کی جانب سے تنازعے کے خاتمے کی لیے کوششوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جیسے کہ وہ ماضی میں کرتا رہا ہے۔ تاہم ترجمان نے دونوں مما لک کے درمیان امریکی ثالثی سے متعلق سوال کا واضح جواب نہیں دیا۔ (ڈان، 5 جنوری، صفحہ 5)

17 جنوری: وفاقی وزیر پانی وبجلی خواجہ آصف نے سینٹ میں سندھ طاس معاہدے کے حوالے سے مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان میں طلب کے مطابق آبی وسائل موجود ہیں جنہیں باقائدہ استعمال کیا جائے تو پانی کے حوالے سے خطرات پر قابو پایا جاسکتا ہے، چاہے بھارت کے ساتھ سندھ طاس معاہدہ رہے یا نہ رہے۔ بھارت کی جانب سے ڈیموں کی تعمیر پر وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ پاکستان معاہدے پر قائم رہے گا اور قوائد وضوابط کی پابندی کرے گا۔ بھارتی وزیراعظم کی جانب سے پانی بند کرنے کی دھمکی کے حوالے سے خواجہ

آصف نے بتایا کہ پاکستان پہلے ہی مشرقی دریاؤں راوی، ستلج اور بیاس کے پانی سے محروم ہے جسے بھارت استعمال کرتا ہے۔ بھارتی وزیراعظم کا بیان بھارتی عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے صرف بیان بازی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 جنوری، صفحہ 5)

20 جنوری: ایک خبر کے مطابق پاکستان نے عالمی بینک سے پاکستانی دریاؤں پر بھارتی ڈیموں کی تعمیر رکوانے اور ثالثی عدالت کے سربراہ مقرر کرنے اور دونوں ممالک کے مابین تنازعے کے تصفیے کے لیے غیر جانب دار ماہرین مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 جنوری، صفحہ 1)

1 فروری: اقوام متحدہ کے ترقیاتی ادارے UNDP (یو این ڈی پی) کی ایک رپورٹ ڈیولپمنٹ ایڈوکیٹ پاکستان کے مطابق پاکستان کی جانب سے آبی تنازعے کا مناسب تجزیہ کرنے میں تاخیر و لاپرواہی اور سندھ طاس معاہدے کے کمشنر اور عالمی بینک کے سامنے اپنے اعتراضات پیش کرنے میں تاخیر کی وجہ سے یہ تنازعات طویل عرصے سے چلے آرہے ہیں اور اب تک حل طلب ہیں۔ (ڈان، 2 فروری، صفحہ 3)

6 مارچ: پاکستان اور بھارت 20 اور 21 مارچ کو لاہور میں سندھ طاس معاہدہ کے مختلف پہلوں پر بات چیت کرینگے۔ پرمننٹ انڈس کمیشن (PIC) کا یہ اجلاس چھ ماہ کی تاخیر سے ہورہا ہے جو بھارت میں اُڑی حملے کے بعد منسوخ ہوگیا تھا۔ سندھ طاس معاہدے کے تحت فریقین کے درمیان سال میں ایک بار اجلاس منعقد کرنا ضروری ہے۔ آخری اجلاس مئی 2015 میں نئی دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 7 مارچ، صفحہ 1)

19 مارچ: ایک مضمون کے مطابق PIC (پی آئی سی) کے چیئرمین مرزا آصف بیگ نے کہا ہے کہ بھارتی کمیشن کے چیئرمین نے انہیں لکھا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان ہونے والے اجلاس میں بات چیت کے لیے رتلے اور کشن گنگا ڈیم منصوبوں کو بھی شامل کیا جائے لیکن پاکستان نے اس پیشکش کو مسترد کردیا ہے کیونکہ یہ تنازعہ پہلے ہی عالمی بینک کے پاس ثالثی کے لیے موجود ہے۔ (ڈان، 20 مارچ، صفحہ 1)

19 مارچ: بھارتی سندھ طاس کمشنر پی کے سکسینہ کی سربراہی میں 10 رکنی وفد دو روزہ اجلاس میں شرکت کے لیے پاکستان پہنچ گیا ہے۔ حکام کے مطابق پاکستان کی جانب سے جن منصوبوں پر اعتراض کیا گیا ہے ان میں 1,000 میگاواٹ کا پاکل دل، 120 میگاواٹ کا میار اور 48 میگاواٹ کا لوئر کلنئی منصوبہ شامل ہے۔ دونوں فریق پانی کے بہاؤ کی معلومات کا تبادلہ، اگلے اجلاس اور لائن آف کنٹرول (LoC) پر مختلف منصوبوں کے معائنے کے لیے پاکستانی آبی انجینئر کے دورے کا وقت بھی مقرر کرینگے۔ (ڈان، 20 مارچ، صفحہ 4)

21 مارچ: پاکستان اور بھارت کے درمیان پی آئی سی کا دو روزہ اجلاس بھارت کی جانب سے چھوٹے پن بجلی منصوبوں کے نقشے سے دستبرداری اور دو ڈیموں پر پاکستان کے تحفظات پر نظر ثانی پر رضامندی کے مثبت پہلو کیساتھ ختم ہوگیا ہے۔ تاہم بھارت کی جانب سے کسی بھی منصوبے پر جاری کام روکنے کی یقین دہانی نہیں کروائی گئی۔ پاکستان کے ایک سابق سیکریٹری پانی وبجلی کا کہنا ہے کہ یہ بھارت کا ایک حربہ ہے جیسے کہ بگلیہار اورکشن گنگا ڈیم منصوبوں میں ہوا۔ بھارت پاکستان کو تکنیکی مسائل میں الجھا کر رکھتا ہے اور منصوبوں پر تعمیراتی کام جاری رہتا ہے۔ (ڈان، 22 مارچ، صفحہ 1)

پیداوار

8 اپریل: کپاس کی پیدوار میں پچھلے دو سال سے ہونے والی کمی اور اس سے ہونے والے نقصان سے بچاؤ کے لیے حکومت پر پالیسی مرتب کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ کپاس کی کاشت میں ہونے والی کمی سے دیہاتوں میں رہنے والی 60 فیصد آبادی بلخصوص کپاس کی چنائی کرنے والی عورتیں بے روزگار ہورہی ہیں۔ چیئرمین پی سی جی اے جیسومل کے مطابق کپاس کی پیداوار میں کمی کی ایک اہم وجہ اس کی امدادی قیمت کا نہ ہونا ہے۔ حکومت گندم اور گنے پر زرتلافی دیتی ہے جس کی وجہ سے کسان گنا اور گندم اگانے کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ پنجاب میں کپاس کے زیر کاشت 30 فیصد علاقے میں اب گنا کاشت کیا جا رہا ہے۔ (ڈان، 9 اپریل، صفحہ 10)

تحقیق وٹیکنالوجی

14 جنوری: پاکستان میں نیدرلینڈ کی سفیر جینٹ سیپن (Jeannette Seppen) نے وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ وتحقیق سکندر حیات خان بوسن سے ملاقات میں پاکستانی کسانوں کونمکیات کو برداشت کرنے والی آلو کی قسم (پیراماؤنٹ) کے معیاری بیج فراہم کرنے کے منصوبے پر بات چیت کی ہے۔ نیدرلینڈ پاکستان میں آلو کی اس قسم کی کاشت کے لیے منصوبے کے آغاز کا جائزہ لے رہا ہے۔ وفاقی وزیر نے سفیر کو آگاہ کیا ہے کہ پاکستان نیدرلینڈ کی ٹیکنالوجی کے حصول میں دلچسپی رکھتا ہے اور مستند بیج کی پیداوار کے لیے تعاون کررہا ہے جس کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ آلو کی یہ قسم سیم زدہ علاقے میں کاشت کے لیے مناسب ہے۔ پنجاب کے علاقے دیپال پور میں 2015 میں اس بیج کی تجرباتی کاشت نیدرلینڈ اور پاکستانی کاروباری افراد کے باہمی اشتراک سے ہوچکی ہے۔ (ڈان، 14 جنوری، صفحہ 11)

10 مارچ: PARC (پارک) نے نباتاتی علوم، قدرتی وسائل، علوم حیوانیات اور زرعی انجینئرنگ کے شعبہ جات میں ایگریکلچرل لنکیجز پروگرام (ALP) کی امریکہ کے تعاون سے 50.36 ملین روپے کے تین سال پر مبنی 12 تحقیقی منصوبوں کی منظوری دیدی ہے۔ ان منصوبوں میں گلگت بلتستان میں ایسی مقامی نباتات کو منظر عام پر لانا شامل ہے جو باغبانی شعبے کی فصلوں پر بطور نباتاتی کیڑے مار دوا کے کارآمد ہوں۔ اس کے علاوہ زرعی فضلے کو نباتاتی کھاد میں تبدیل کرنے اور کرم ایجنسی میں آلو اور مکئی کی پیداوار بڑھانے کے لیے پوٹاشیم اور زنک کے استعمال میں اضافے پر تحقیق بھی شامل ہے۔ ALP (اے ایل پی) کی مقصد پاکستان کے طویل المدت اہداف کے تناظر میں زرعی تحقیق کو فروغ اور مدد فراہم کرنا اور پاکستان و امریکہ کے درمیان زرعی شعبے میں طویل المدت سائنسی تعاون کو فروغ دینا ہے۔ (ڈان، 11 مارچ، صفحہ 5)

نیولبرل پالیسی

30 جنوری: ایک مضمون کے مطابق حکومت پنجاب پانی سے متعلق تمام اداروں بشمول محکمہ آبپاشی، ماہی گیری اور ادارہ فراہمی و نکاسی آب (WASA) ایک ہی ادارے محکمہ آبی وسائل (واٹر ریسورس ڈپارٹمنٹ) میں ضم

کرے گی۔ محکمہ آبپاشی پنجاب کو ادارہ جاتی اصلاحات کے ذریعے محکمہ آبی وسائل میں تبدیل کرنے کے لیے ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) اور جاپان فنڈ فار پاورٹی ریڈکشن (JFPR) نے تکنیکی امداد کی منظوری دے دی ہے۔ بینک کے مطابق اصلاحات کے لیے کسی بھی قسم کی سفارشات کی تیاری سے پہلے حکومت اور بینک عالمی سطح پر کی گئی کامیاب انتظامی اصلاحات کا جائزہ لے گا۔ محکمہ آبی وسائل کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آبی شعبے میں 10 سے 20 سالہ مدت پر مبنی سرمایہ کاری کے لیے منصوبہ بندی کی جائے۔ (امین احمد، ڈان، 30 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

8 فروری: حکومت پنجاب پانی کو ضائع ہونے سے بچانے اور اس سے آمدنی میں اضافے کے لیے صوبے کے پانچ بڑے شہروں میں 7.94 بلین روپے کی لاگت سے پانی کے میٹر نصب کرنے پر غور کررہی ہے۔ لاہور، ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی اور گجرانوالہ میں WASA (واسا) رواں مالی سال میں پانی کے میٹر لگانے کا آغاز کرے گی۔ منصوبے پر اخراجات 2016-17 سے 2019-20 کے سالانہ ترقیاتی منصوبے سے پورے کیے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 فروری، صفحہ 5)

11 مارچ: پنجاب حکومت پنجاب اریگیٹڈ ایگریکلچر پروڈکٹوٹی امپرومنٹ پرجیکٹ (Punjab Irrigated Agriculture Productivity Improvement Project) کے تحت 5,500 واٹر کورسوں کو بہتر بنایا جاچکا ہے جبکہ 10,300 واٹر کورسوں کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ منصوبے کی کل لاگت 200 ملین ڈالر ہے جس میں (منصوبے سے فائدہ اٹھانے والی) مقامی کسان تنظیمیں 70 ملین ڈالر کی رقم فراہم کریں گی۔ (ڈان، 12 مارچ، صفحہ 10)

20 مارچ: ایک مضمون کے مطابق گذشتہ برس کسان کمیشن کے تحت بنائی گئی ذیلی کمیٹی نے 15 صفحات پر مشتمل پنجاب زرعی پالیسی کا مسودہ پیش کردیا ہے۔ مسودہ میں زرعی شعبے کو مہارت، خوراک کی قدر میں اضافے، خوراک میں غذائیت کے تحفظ اور سماجی و معاشی ترقی کے ذریعے منافع بخش اور پائیدار بنانے پر زور

دیا گیا ہے۔ مسودے میں سرمایہ کاری، بنیادی ڈھانچے کی فراہمی، تحقیق، مہارت، قدر میں اضافے اور دیہی ترقی کے ذریعے زراعت کو منافع بخش صنعت کے طور پر فروغ دینے کا ہدف تجویز کیا گیا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 20 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

4 اپریل: پنجاب حکومت نے زرعی شعبے کو جدید خطوط پر استوار کرنے اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے شعبے کو منافع بخش بنانے کے لیے حکمت عملی مرتب کرلی ہے۔ وزیراعلی پنجاب شہباز شریف کی ہدایت پر محکمہ زراعت نے 4.76 بلین روپے کی لاگت سے فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال پر مبنی تین سالہ منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ منصوبے کے تحت 20,000 ایکڑ زمین پر شمسی توانائی سے چلنے والا اور قطرہ قطرہ آبپاشی نظام متعارف کروایا جائے گا۔ اس کے علاوہ صوبے میں بے موسم سبزیوں کی پیداوار کے لیے 3,000 ایکڑ زمین پر ٹنل فارمنگ ٹیکنالوجی متعارف کروائی جائے گی جس کے لیے حکومت کسانوں کو 50 فیصد زرتلافی فراہم کرے گی۔ پنجاب حکومت شمسی توانائی کا نظام نصب کرنے کے لیے کسانوں کو 80 فیصد زرتلافی فراہم کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 5 اپریل، صفحہ 13)

- بائیوگیس

14 اپریل: AEDB (اے ای ڈی بی) اور اقوام متحدہ کے صنعتی ترقی کے فروغ کے ادارے یونائیٹڈ نیشنز انڈسٹریل ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن (UNIDO) کے زیراہتمام ہونیوالے ورکشاپ میں صنعتوں میں بائیوگیس ٹیکنالوجی کے استعمال کو فروغ دینے کے لیے تجاویزات کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔ حتمی تجاویز پر مبنی پالیسی اے ای ڈی بی کو موجودہ پالیسی میں ضروری تبدیلیوں کے لیے بھیجی جائے گی۔ UNIDO (یونائیڈو) مختلف شعبہ جات میں ترقی پزیر ممالک کو امداد دینے والے ادارے گلوبل انوائرنمنٹ فیسیلٹی (GEF) کی مالی مدد سے پاکستان میں قابل تجدید توانائی کی پیداوار اور بائیوماس کے استعمال کو فروغ دینے کے منصوبے ''پروموٹنگ سسٹین ایبل انرجی پروڈکشن اینڈ یوز فرام بائیو ماس ان پاکستان'' پر کام کررہا ہے۔ منصوبے کا مقصد صنعتی اور دیہی سطح پر توانائی کے لیے فضلے سے گیس پیدا کرنے (بائیو ماس گیسی فیکیشن) کی ٹیکنالوجی کو فروغ دینا ہے۔ (ڈان، 15 اپریل، صفحہ 11)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

پانی

26 مارچ: اقوام متحدہ کے ادارے UNESCO (یونیسکو) کی جانب سے جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ نکاسی آب کو دوبارہ قابل استعمال بنا کر ناصرف عالمی سطح پر موجود آبی قلت پر قابو پایا جاسکتا ہے بلکہ ماحول کا تحفظ بھی کیا جاسکتا ہے۔ گذشتہ کئی دہائیوں سے انسان میٹھے پانی کا استعمال تیزی سے کررہے ہیں جو اس اسکی قدرتی پیداوار سے کہیں زیادہ ہے۔ عالمی اقتصادی فورم (WEF) میں پانی کے بحران کو اگلی دہائی میں عالمی سطح پر لاحق سب سے بڑے خطرے کے طور پر شناخت کیا گیا ہے۔ صنعتوں، توانائی اور بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے پانی کی طلب 2030 تک 50 فیصد بڑھ جائیگی (بزنس ریکارڈر 27 مارچ، صفحہ 16)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

بیج

- جینیاتی بیج

6 اپریل: ایک مضمون کے مطابق چین کئی دہائیوں سے اپنے بیج، زرعی کیمیائی صنعت کو ترقی دینے کی کوشش کررہا ہے۔ چینی سرکاری کمپنی چیم چائنہ کی جانب سے بین الاقوامی بیج کمپنی سنجنٹا کی خریداری کے نتیجے میں چین کا بیج اور کیمیائی صنعت پر اثر رسوخ بڑھ جائے گا جو اس کی بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت ہے۔ گو کہ چین زراعت کے شعبے میں تحقیق پر پیسہ خرچ کررہا ہے لیکن ابھی تک جینیاتی خوراک پر پابندی عائد کی ہوئی ہے اور جینیاتی ٹیکنالوجی پر اس کا علم محدود ہے۔ چین کی جانب سے بیج کمپنی سنجنٹا کی خریداری اس کے جینیاتی خوراک کے شعبے میں بڑا حصہ دار بننے کی کوششوں میں مددگار ہوسکتی ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 7 اپریل، صفحہ 8)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

غذائی فصلیں

14 جنوری: امریکی کسانوں نے گندم کی کاشت میں کمی کردی ہے جو گزشتہ 100 سالوں کی کم ترین سطح پر ہے کیونکہ گندم کی ترسیل بھی گزشتہ 29 سالوں کی بلند ترین سطح پر ہے۔ گندم کی بوائی 36.137 ملین ایکڑ سے کم ہو کر 32.383 ملین ایکڑ پر آ گئی ہے۔ گندم کی عالمی قیمت میں کمی کسانوں کی جانب سے گندم کے زیر کاشت رقبے میں کمی کی وجہ بتائی جارہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 15 جنوری، صفحہ 10)

نقد آور فصلیں

- مکئی

23 اپریل: امریکہ میں گذشتہ سال کاشت کی جانے والی مکئی میں پھپھوندی جسے وومیٹوکسن (Vomitoxin) کہا جاتا ہے، پائی گئی ہے۔ اس پھپھوندی سے آلودہ مکئی سے مویشی اور انسان بھی بیمار ہوسکتے ہیں۔ خصوصاً آلودہ مکئی سور نہیں کھاتے اور کھائیں تو قے کرنے لگتے ہیں۔ اس مکئی سے ایتھنول کی منڈی بھی متاثر ہورہی ہے اور مکئی استعمال کرنے والی صنعتیں مکئی کے متبادل زرائع تلاش کررہی ہیں۔ مکئی میں موجود یہ بیماری اب تک انڈیانا، وسکونسن، اوہایو، آئی او وا اور مشی گن تک محدود ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 اپریل، صفحہ 15)

- کپاس

19 اپریل: ایک خبر کے مطابق کپاس پیدا کرنے والے پانچ بڑے افریقی ممالک کے تقریباً 30 ماہرین نے بینن کے شہر کوٹونو میں مختلف ترقی پزیر ممالک میں کپاس کی فصل پر دی جانے والی نامناسب زرتلافی کے معاملے پر بحث کے لیے دو روزہ اجلاس منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں عالمی تجارتی ادارے (WTO) پر کپاس کی فصل پر زرتلافی دینے کے خلاف اقدامات کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان پانچ ممالک میں برکینا فاسو، چاڈ، مالی، بینن اور ٹوگو شامل ہیں۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 11)

اشیاء

- کپاس

4 اپریل: بھارت میں چینی پیدا کرنے والی چوتھی بڑی ریاست تامل ناڈو میں خشک سالی کی وجہ سے چینی کی پیداوار میں واضح کمی ہوئی ہے۔ اس سال ریاست میں چینی کی پیداوار 600,000 ٹن متوقع ہے جبکہ سال 16-2015 میں چینی کی پیداوار 1.36 ملین ٹن تھی۔ خشک سالی نے تامل ناڈو کے علاوہ دیگر ریاستوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ متاثرہ کسانوں نے نئی دہلی میں احتجاج بھی کیا ہے اور بھارتی وزیراعظم سے مدد کی درخواست بھی کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 اپریل، صفحہ 18)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

ماہی گیری

12 فروری: بحرہ ہند میں پائیدار ماہی گیری کے انتظام پر ہونے والی ساتویں عالمی بحری کانفرنس (International Maritime Conference) سے خطاب کرتے ہوئے سری لنکا کے ریٹائرڈ ایڈمرل ڈاکٹر جے ناتھ کولومبگ (Jayanath Colombage) نے کہا ہے کہ بحر ہند سمندری معدنیات، نباتات اور حشرات سے بھرا ہوا ہے جو سمندری زندگی کے لیے معاون ہوتی ہیں لیکن ماہی گیری کے نقصاندہ اثرات پر مبنی اعدادوشمار ایک بڑا مسئلہ ہیں۔ ماہی گیر کشتیاں سمندر میں مختلف مچھلیاں پکڑنے کا اپنا الگ طریقہ کار استعمال کرتی ہے ہیں جبکہ ماہی گیری کے لیے انتظامی طور پر ایک قانونی طریقہ کار موجود ہے جس پر سب کو ہر صورت عمل کرنا ہے۔ بڑھتی آبادی کے لیے زیادہ مچھلیوں کا حصول بھی سنگین خطرہ ہے جو غلط طریقوں سے حد سے زیادہ مچھلی کے شکار کی وجہ بنتا ہے اور دیگر سمندری حیات بھی ممنوعہ جال میں پھنس جاتی ہیں۔ (ڈان، 13 فروری، صفحہ 5)

7۔ تجارت

برآمدات

- کپاس

10 فروری: ایک خبر کے مطابق بھارتی کپاس برآمدکنندگان نے مقامی منڈی میں کپاس کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے کپاس کی تقریباً 25,000 گانٹھوں کے آرڈر منسوخ اورتقریبا 200,000 گانٹھوں کی برآمد ملتوی کردی ہے جس کی وجہ سے برازیل، امریکہ اور دیگر کپاس برآمد کرنے والے افریقی ممالک کو زیادہ سے زیادہ کپاس برآمد کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ بھارت میں دسمبر تا فروری کے دوران خام کپاس کی زیادہ ترسیل کی وجہ سے قیمت کم ہوتی ہے اس کے برعکس اس سال گزشتہ دو ماہ میں کپاس کی قیمت میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ بھارت نے رواں سال اب تک 2.5 ملین گانٹھیں کپاس برآمد کی ہے جبکہ سال 16-2015 میں بھارت نے 6.9 ملین گانٹھیں کپاس برآمد کی تھی۔ (ڈان، 11 فروری،صفحہ 11)

- گوشت

23 مارچ: چینی پریمیئر لی کیقیانگ (Li Keqiang) کے چار روزہ دورہ آسٹریلیا میں دونوں ممالک کے درمیان گوشت کی برآمد اور توانائی کے شعبوں میں معاہدوں پر دستخط متوقع ہیں۔ آسٹریلیا چین کی جانب سے برازیل سے گوشت کی درآمد پر پابندی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ چین نے گوشت کے معیار کے حوالے سے شکایات پر برازیل سے گوشت کی درآمد روک دی ہے۔ چین اور آسٹریلیا کے درمیان 2015 میں ہونے والے آزاد تجارتی معاہدے کے بعد پچھلے سال آسٹریلیا نے 6.14 بلین ڈالر کا گوشت چین کو برآمد کیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 مارچ، صفحہ 11)

درآمدات

- گندم

10 فروری: بھارت نے 2016 کے وسط تک اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے پانچ ملین ٹن گندم درآمد کی

تھی جو رواں دہائی کی گندم کی سب سے بڑی درآمد تھی۔ بھارت نے گزشتہ سال خشک موسم اور بے موسم بارشوں کی وجہ سے گندم کی پیداوار متاثر ہونے کے بعد اس کی درآمد شروع کی تھی۔ بھارت دنیا میں گندم استعمال کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے جو زیادہ تر گندم یوکرین اور آسٹریلیا سے درآمد کرتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 11 فروری، صفحہ 16)

- کپاس

31 مارچ: ایک خبر کے مطابق 17-2016 میں بھارت میں کپاس کی درآمد میں تاریخ ساز اضافہ ہوا ہے۔ بھارتی روپیہ کی قدر میں اضافے کی وجہ سے بھارتی کپاس کی برآمد رک گئی ہے اور غیر ملکی کپاس کی درآمد میں اضافے سے کپاس برآمد کرنے والے امریکہ، برازیل اور کچھ افریقی ممالک کو بھرپور فائدہ ہورہا ہے۔ جنوبی بھارت کی ٹیکسٹائل ملوں کی تنظیم سدرن انڈیا ملز ایسوسی ایشن (SIMA) کے سیکریٹری کے سلوا راجو کے مطابق جنوبی بھارت کی زیادہ تر ملیں کپاس درآمد کرتی ہیں۔ ڈالر کے مقابلے میں بھارتی روپے کی قدر میں 4.8 فیصد اضافہ ہوا ہے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارتی ملوں نے کپاس کی 1.5 ملین گانٹھیں درآمد کرنے کے معاہدے کیے ہیں۔ (ڈان، 1 اپریل، صفحہ 11)

- چینی

8 اپریل: بھارت کے سرکاری حکام کے مطابق بھارت 500,000 ٹن خام چینی بغیر محصول درآمد کرنے کی اجازت دے گا۔ خشک سالی کی وجہ سے چینی کی پیداوار میں کمی کے نتیجے میں چینی کی پیداوار ملکی کھپت سے کم ہوگئی ہے۔ بھارت میں اس سال چینی کی پیداوار 20.3 ملین ٹن متوقع ہے جو گزشتہ سال 25.1 ٹن تھی۔ چینی کی پیداوار میں کمی کے اندیشے کی وجہ سے مقامی منڈی میں چینی کی قیمت میں آٹھ فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 اپریل، صفحہ 15)

- گوشت

25 مارچ: برازیل کے وزیر زراعت بلیرایومیگی نے کہا ہے کہ برازیل سڑے ہوئے گوشت کی برآمد کے معاملے سے نکلنے کی کوشش کررہا ہے جس نے اس کی زرعی صنعت کو متاثر کیا ہے۔ برازیل کے بڑے تجارتی شراکت دار چین نے اس کی مصنوعات پر عائد پابندی ہٹالی ہے۔ چین نے اعلان کیا ہے کہ اس نے برازیل کے گوشت کے لیے اپنی منڈی مکمل طور پر کھول دی ہے۔ چین صرف ان 21 کمپنیوں پر پابندی برقرار رکھے کا جن کا معاملہ زیر تفتیش ہے۔ (ڈان، 26 مارچ، صفحہ 12)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

بیج کمپنیاں

- مونسانٹو

22 فروری: جرمنی کی دوا ساز کمپنی بائیر کا کہنا ہے کہ 2016 میں بہترین کارکردگی کے بعد کمپنی کو اس سال مزید بڑھوتری کی امید ہے۔ کمپنی کی جانب سے امریکی عالمی بیج کمپنی مونسانٹو کی خریداری کا عمل درست سمت میں جاری ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ اس کے خالص منافع میں 10.2 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ مونسانٹو کی خریداری کا معاملے یورپی یونین اور امریکہ کی منظوری کا منتظر ہے۔ کمپنی کو یقین ہے کہ اس سال یورپی یونین اور امریکی منظوری کے بعد مونسانٹو کو خریدنے کا عمل تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 23 فروری، صفحہ 24)

VII۔ ماحول

زمین

- فضلہ

27 فروری: شیفیلڈ یونیورسٹی، برطانیہ کے ایک محقق لی آم گاوچر (Liam Goucher) کا کہنا ہے کھاد کے زیادہ استعمال سے خوراک (بریڈ) پر برے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ کھاد کے استعمال سے پیداوار میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ کیمیائی کھاد خوراک میں امونیا، نائیٹریٹ، میتھین اور کاربن ڈائی آکسائیڈ سمیت کئی

کیمیائی اجزاء پیدا کرتی ہے جو عالمی حدت میں اضافے کا باعث ہے۔ دنیا بھر میں صنعتی زراعت سے خارج ہونے والا نائیٹریٹ سے آلودہ پانی جھیلوں، دریاؤں اور سمندری پانی کو بھی متاثر کررہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 فروری، صفحہ 17)

16 اپریل: ایک خبر کے مطابق سری لنکا کے دارالحکومت کولمبو میں 90 میٹر اونچائی پر واقع گندگی اور کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کے مقام سے تودے کی صورت گرنے والے ڈھیر نے 145 مکانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اس حادثے میں تقریبا 23 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ پولیس اور متعلقہ ادارے بھاری نفری اور مشینری کے ذریعے امدادی کام میں مصروف ہیں۔ سری لنکا کے صدر نے فوج کو فوری طور پر ملبے میں دبے لوگوں کو نکالنے کے لیے امدادی کام تیز کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اپریل، صفحہ 8)

VIII۔ موسمی تبدیلی

29 مارچ: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے اوباما دورِ حکومت میں موسمی تبدیلی کے حوالے سے بنائے گئے قوائد ضوابط ختم کرنے کے حکم نامے پر دستخط کے بعد چینی وزارت داخلہ نے کہا ہے کہ چین 2015 میں کیے گئے پیرس معاہدہ کے وعدوں پر تاحال قائم ہے۔ انکا کہنا تھا کہ موسمی تبدیلی تمام اقوام کے لیے مشترکہ مسئلہ ہے اور پیرس معاہدہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جو بین الاقوامی برادری بشمول چین و امریکا کی مشترکہ جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ (بزنس ریکارڈ، 30 مارچ، صفحہ 6)

28 مارچ: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اعلی سطح کے حکم نامے پر دستخط کرتے ہوئے اوباما دور میں منظور کیے گئے موسمی تبدیلی کے حوالے سے ضوابط کو کالعدم قرار دے دیا ہے۔ حکم نامے کے ذریعے 2015 میں پیرس معاہدہ میں عالمی سطح پر موسمی تبدیلی کے بحران سے نمٹنے کے لیے امریکی صاف توانائی کے منصوبوں کو نشانہ بنایا گیا ہے جس میں ریاستوں کو بجلی گھروں سے کاربن کے اخراج کو کم کرنے کا پابند بنایا گیا تھا۔ کوئلے کی کانکنی کے لیے سرکاری زمینوں کو کرائے پر دینے پر عائد پابندی بھی ختم کردی جائیگی۔ صدر ٹرمپ کی انتخابی مہم میں

زیر زمین تیل کی تلاش اور کانکنی کی صنعت کو فعال بنانے کے لیے ماحولیاتی قواعد وضوابط کو نرم کرنے کے وعدے کو پورا کرنے کے لیے یہ حکم نامہ ایک بہت بڑا اقدم ہے۔ (ڈان، 29 مارچ، صفحہ 15)

18 اپریل: موسمی تبدیلی سے متعلق چین اور امریکا کی پالیسیوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ ٹرمپ انتظامیہ موسمی تبدیلی کو چند ممالک کا پیدا کردہ ڈھکوسلہ قرار دیتی ہے جبکہ چین اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی آبادی کا حامل ترقی پذیر ملک ہونے کی وجہ سے اپنی ترقی کے حق سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔ چین کا کہنا ہے کہ پیرس معاہدہ پر عملدرآمد نہ ہونے سے ہوسکتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک متاثر نہ ہوتے ہوں تاہم چین کو باحیثیت ترقی پذیر ملک مہذب ترقی کا حصول اور متبادل صاف توانائی کے فروغ اور فراہمی کے ساتھ ساتھ چینی شہریوں کے لیے محفوظ مستقبل کو یقینی بنانا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ فار انرجی اکنامکس اینڈ فنانشل اینالسس (IEEFA) کے مطابق قابل تجدید توانائی کے شعبے میں چین عالمی رہنما کے طور پر سامنے آیا ہے جس نے 2016 میں قابل تجدید توانائی کے شعبہ میں بیرون ملک 32 بلین ڈالر کی سرمایا کاری کی ہے۔ اس کے علاوہ چین 2020 تک اپنی کوئلے کی کھپت 58 فیصد تک محدود کردیگا۔ (ڈاکٹر مقصود الحسن نوری، بزنس ریکارڈر، 18 اپریل، صفحہ 20)

کاربن اخراج

27 فروری: ایک مضمون کے مطابق کاربن اخراج کے معاملے میں ٹرمپ انتظامیہ امریکی وعدوں سے پیچھے ہٹنے پر غور کرسکتی ہے لیکن امریکی کمپنیاں اپنے مقرر کردہ اہداف کی طرف گامزن ہیں۔ امریکا کی تقریباً 500 بڑی کمپنیوں نے کاربن اخراج میں کمی کے اہدف مقرر کرلیے ہیں۔ گوگل، وال مارٹ، بینک آف امریکہ سمیت تقریبا دو درجن سے زائد کمپنیوں نے اپنے تمام دفتری امور (آپریشن) کو 100 فیصد قابل تجدید توانائی پر منتقل کرنیکا عزم کیا ہے۔ (ہیروکوتابوچی، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 27 اپریل، صفحہ 7)

عالمی حدت

24 مارچ: عالمی حدت ایک سائنسی حقیقت ہے ایسے ہی جیسے کہ اوزون کی تہہ میں سوراخ ہے یا یہ کہ دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے۔ عالمی حدت میں اضافے کی تباہ کاریوں اور انسانی ترقی کو خاتمے سے بچانے کے لیے عالمی سطح پر رکازی ایندھن کے استعمال کو فی الفور ترک کرکے کاربن کے اخراج کی شرح کو یقینی طور پر کم کرنا ہوگا۔ موسمی تبدیلی کے پیرس معاہدہ میں قومی سطح کے وعدے صورتحال سے نمٹنے کے لیے ناکافی ہیں۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بین الاقوامی معاہدے سے دستبردار ہونے کی دھمکی دی ہے اور موسمی تبدیلی کے حوالے سے سائنسی تحقیق اور عالمی تعاون کے لیے سرمائے کی فراہمی میں زبردست کمی کی تجویز دی ہے۔ موسمی تبدیلی پر قابو پانے کی ضرورت اور حکمرانوں کے طرزعمل میں شدید تضاد پایا جاتا ہے۔ سائنسدان شدید اضطراب کا شکار ہیں کہ وہ موسمی تبدیلی کے خطرات پر قابو پانے کا آخری موقع گنوا دینگے۔ (جان روک اسٹورم، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 24 مارچ، صفحہ 16)

سبز معیشت

9 اپریل: خبر کے مطابق فرانس کے شمال مشرق میں قائم پرانا جوہری بجلی گھر فیسن ہائیم (Fessenheim) 2020 سے بجلی کی پیداوار بند کردیگا۔ فرانس کے صدر نے 2012 کی صدارتی انتخابی مہم میں توانائی کے حصول کے لیے جوہری زرائع پر انحصار کم کرنے اور قابل تجدید توانائی کو فروغ دینے کا عزم کیا تھا۔ (ڈان، 10 اپریل، صفحہ 12)

- ہوائی توانائی

22 اپریل: ایک خبر کے مطابق ساحلوں پر ہوائی توانائی کی پیداوار کے لیے نصب کی جانے والی پون چکیوں (ونڈ ٹربائن) سے پہلی بار بغیر زرتلافی بڑے پیمانے پر صاف توانائی کا حصول یقینی ہوسکے گا۔ توانائی کے آلات بنانے والی بین الاقوامی کمپنی سمنز (Siemens) کی قیادت میں موجودہ دستیاب پون چکی سے تقریبا دوگنی بڑی پون چکی کی تیاری پر کام جاری ہے جس کے پروں کا حجم بڑے ہوائی جہاز (جمبو جیٹ) سے بھی بڑا ہے۔ ان

پون چکیوں کی منڈی میں دستیابی 2025 تک متوقع ہے۔ اس پون چکی سے 13 سے 15 میگاواٹ بجلی کی پیداوار حاصل کی جاسکے گی جبکہ اس وقت منڈی میں زیادہ سے زیادہ آٹھ میگاواٹ توانائی پیدا کرنے والی پون چکی دستیاب ہے۔ کم پون چکیوں کی تنصیب سے زیادہ توانائی کا حصول اس کی قیمت میں کمی کا سبب بنے گا۔ (ڈان، 23 اپریل، صفحہ 11)

IX۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

14 جنوری: WEF (ڈبلیو ای ایف) نے خبردار کیا ہے کہ 2030 میں انسانی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے موجودہ عالمی غذائی نظام میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ ڈبلیو ای ایف کی جاری کردہ رپورٹ (Shaping the Future of Global Food Systems) کے مطابق آبادی کے تناسب (یا توازن) میں تبدیلی سے خوراک کی طلب بھی تبدیل ہورہی ہے۔ 2030 تک دنیا کی آبادی 8.5 بلین ہونے کی توقع ہے جبکہ عالمی متوسط طبقے کا حجم 2030 تک 4.9 بلین ہونے کا امکان ہے جو 2009 میں 1.8 بلین تھا۔ موجودہ غذائی نظام صحت بخش اور پائیدار غذائیت فراہم کرنے کی حالت میں نہیں ہے جس میں مستقبل میں مزید کمی ہوتی جائے گی۔ دنیا کی دو بلین آبادی غذائی کمی کا شکار ہے جو مختلف بیماریوں کا اور ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ دنیا کے ایک فیصد امیروں کے پاس اتنی دولت ہے جتنی مجموعی طور پر دنیا کے باقی تمام لوگوں کے پاس بھی نہیں۔ (ڈان، 15 جنوری، صفحہ 5)

19 اپریل: ایک مضمون کے مطابق گزشتہ دو دہائیوں میں بھوک کے خاتمے کے لیے کیے گئے اہم اقدامات کے باوجود دنیا غذائی بحران کا شکار ہے جس میں 795 ملین افراد ہر رات بھوکے سوتے ہیں۔ دو بلین سے زیادہ افراد روز صبح ضروری وٹامن اور معدنیات کی کمی کے ساتھ بیدار ہوتے ہیں۔ 2015 میں دنیا بھر میں 156 ملین بچے نشونما میں کمی اور 50 ملین بچے اپنی عمر کے مقابلے قد میں کمی (غذائی کمی) کے شکار تھے۔ عالمی سطح پر ہر تین میں سے ایک فرد کسی نہ کسی شکل میں غذائی کمی کا شکار ہے۔ غذائی نظام تیزی سے تبدیل ہورہا ہے جس

کے نتیجے میں خوراک تبدیل ہونے کی وجہ سے پانچویں سالگرہ تک پہنچنے سے پہلے 42 ملین بچے موٹاپے کا شکار ہوجاتے ہیں جبکہ 1.9 بلین بالغ افراد بھی زیادہ وزن کے شکار ہیں۔ (فرانسسکو برانکا، گرڈا وربرگ، دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 اپریل، صفحہ 6)

غذائی کمی

4 مارچ: اقوام متحدہ کے اعلی عہدیدار ڈومینک برجن (Dominique Burgeon) کے مطابق دنیا بھر میں شدید بھوک سے دوچار افراد کی تعداد 100 ملین سے بڑھ گئی ہے۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر دی جانے والی امداد نے لوگوں کو اب تک زندہ رکھا ہوا ہے لیکن ان کی غذائی تحفظ کی صورتحال اب بھی انتہائی خراب ہے۔ ان افراد کو مال مویشی اور کاشتکاری کے ذریعے غذائی تحفظ فراہم کرنے میں مدد کے لیے مزید سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ''ہم ہوائی جہاز میں آتے ہیں، انہیں غذائی امداد دے کر انہیں زندہ رکھتے ہیں لیکن ان افراد کے روزگار کے لیے درکار سرمایہ کاری نہیں کرتے''۔ (بزنس ریکارڈر، 5 مارچ، صفحہ 13)

X۔ قدرتی بحران

خشک سالی

7 مارچ: اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انٹونیو گٹیرس (Antonio Guterres) نے عالمی برادری سے صومالیہ میں قحط سالی سے پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹنے کے لیے امداد کی درخواست کی ہے جہاں خشک سالی کی وجہ سے تقریبا تین ملین لوگ بھوک کا شکار ہیں۔ صومالیہ کو گزشتہ 25 سالوں میں یہ تیسرے قحط کا سامنا ہے۔ اس سے پہلے 2011 میں قحط سالی کے نتیجے میں 260,000 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ صومالیہ کے صدر محمد عبداللہ محمد کے مطابق ملک میں خشک سالی قحط میں تبدیل ہوجائیگی اگر اگلے دوماہ میں بارش نہ ہوئی۔ (ڈان، 8 مارچ، صفحہ 15)

زلزلہ

8 اپریل: فلپائنی دارالحکومت کے قریب قصبے مابنی (Mabini) میں آنے والے متواتر تین زلزلے کے جھٹکوں سے عمارتوں کو نقصان ہوا ہے۔ پہلا زلزلہ 5.5 میگنی ٹیوڈ کا تھا جس کے ایک منٹ بعد ہی ایک اور زلزلہ 5.9 میگنی ٹیوڈ کا آیا۔ اسی خطے میں مزید 20 منٹ بعد 5.0 میگنی ٹیوڈ کا ایک اور زلزلہ آیا۔ فوری طور زلزلے سے ہلاکتوں کی کوئی اطلاع نہیں آئی ہے۔ زلزلے کی وجہ سے مٹی کے تودے گرنے سے دو سڑکیں بند ہوگئی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اسپتال اور گرجے کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ (دی نیوز، 9 اپریل، صفحہ 9)

XI۔ مزاحمت

XII۔ پالیسی

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)
نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔
اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی
فون: 00922134813320 فیکس: 00922134813321
بلاگ: http://rootsforequity.noblogs.org